www.mohaddis.com

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

دسمبر ۲۰۰۶ء

- تحفظ حقوق نسواں کے اسلام سے متصادم پہلو
- رجم کی حد...... سنتِ نبویہ کی روشنی میں !
- تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے دلائل

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN
305

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر ربینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی واصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدّث

لاہور پاکستان

جلد ۳۸ ، شمارہ ۱۲
ذو القعدۃ ۱۴۲۷ھ
دسمبر ۲۰۰۶ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

'حقوقِ نسواں بل' کے اسلام سے متصادم پہلو — حافظ حسن مدنی — ۲

حدیث و سنت

رجم کی حد...... سنتِ نبویہؐ کی روشنی میں — محمد رفیق چودھری — ۲۴

دار الافتاء

عدت کا شمار اور حیض، ڈپریشن میں طلاق — حافظ ثناء اللہ مدنی — ۳۵

تحقیق و تنقید

طلاقِ ثلاثہ کو تین ثابت کرنیوالے دلائل؟ — محمد رمضان سلفی — ۴۰

نقد و نظر

زنا بالجبر اور نام نہاد 'تحفظ حقوقِ نسواں بل' — حافظ حسن مدنی — ۶۲

تذكرة المشاهير

آہ! مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ — حافظ صلاح الدین یوسف — ۷۱

▣ ماہنامہ محدث کا اشاریہ برائے سال ۲۰۰۶ء — محمد شفیق کوکب — ۷۶

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
حافظ حسن مدنی
0333-4213525

زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے
فی شمارہ ۲۰ روپے

بیرونِ ملک
زرِ سالانہ ۲۰ ڈالر
فی شمارہ ۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ :
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
5866476
5866396
Email: hhasan@wol.net.pk

Publisher
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer
Shirkat Printing Press, Lahore

محدث کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلّی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

'تحفظ حقوقِ نسواں بل' کے اسلام سے متصادم پہلو

حدود قوانین کے خلاف حکومتی مہم کے سلسلے میں 'محدث' کا ابتدا سے ہی نمایاں کردار رہا ہے۔ زیر نظر بل کے تین مرحلے ہیں: اگست ۲۰۰۶ء کے آغاز میں مختلف لوگوں نے اخبارات میں اس بل کا مجوزہ خاکہ پیش کیا تو اس وقت ان مجوزہ ترامیم پر ایک تفصیلی مضمون محدث کے شمارۂ اگست میں شائع ہوا۔ بعد ازاں ۲۱/ اگست کو قومی اسمبلی میں یہ بل پیش کردیا گیا تو پیش کردہ بل کا شرع وقانون کی روشنی میں تفصیلی جائزہ محدث کے شمارۂ ستمبر میں لیا گیا۔ پھر سلیکٹ کمیٹی نے اس بل میں ۸ ترامیم اور سیاسی جماعتوں نے مزید ۴ ترامیم پیش کیں اور اسی شکل میں اسے منظور کرلیا گیا، چنانچہ زیر نظر مضمون اس منظور شدہ بل کے جائزہ پر مبنی ہے۔

اِنہی دنوں اس بل کے جائزے کے لئے مرکزی جمعیت ِاہل حدیث نے ایک علماء کمیٹی تشکیل دی جس میں مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ صلاح الدین یوسف، حافظ عبد الرحمٰن مدنی، مولانا محمد اعظم، راقم الحروف اور رانا شفیق پسروری شامل تھے۔ دو طویل مجالس کے بعد مذکورہ علماء کرام نے راقم الحروف کو پیش کردہ بل کا جائزہ لکھنے کی ہدایت کی۔ بعد ازاں اس تحریر پر ان علما نے نظر ثانی فرمائی اور مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے بعض مقامات پر مفید اضافے بھی کئے جو حواشی میں درج ہیں۔ (ح م)

اسلامی ریاست کے ایک بنیادی تقاضے کی تکمیل اور نظامِ مصطفیٰ کی طرف اہم پیش رفت کرتے ہوئے ۱۰/ فروری ۱۹۷۹ء کو جنرل ضیاء الحق نے حدود آرڈیننس نافذ کیا، بعد میں ۱۹۸۵ء کی اسمبلی نے اس کی توثیق کرکے اُنہیں آرڈیننس سے 'حدود قوانین' کا درجہ دیا۔ اس کے بعد ملک میں کئی اسمبلیاں بنیں اور ختم ہوئیں لیکن اُنہوں نے حدود قوانین کی ترمیم وتنسیخ کی بجائے ان کو برقرار رکھ کر اپنی مہر تصدیق ثبت کی۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے متعدد بار اور سرحد اسمبلی نے ۲۰۰۳ء میں ان قوانین کے مطابقِ اسلام ہونے کی قرارداد منظور کی۔ دو مرتبہ پیپلز پارٹی نے اسمبلی میں ان قوانین کی تنسیخ کا بل پیش کیا، لیکن اُنہیں سندِ قبولیت نہ مل سکی!

گذشتہ ڈیڑھ دو برس سے ان قوانین کے خلاف مغرب زدہ این جی اوز کی سرگرمیوں میں تیزی آئی۔ بعض ابلاغی اداروں کے اشتراک کے ساتھ روشن خیال حکومت نے اس بل کو

www.KitaboSunnat.com

منظور کرانا اپنا اوّلین ہدف قرار دیا تاکہ اپنے نظریاتی حامیوں کی کلی تائید اور بیرونی حمایت حاصل کی جاسکے۔ میڈیا کے یکطرفہ پروپیگنڈے اور ملک میں فردِ واحد کے اقتدار کے بل بوتے پر ایک ایسا قانون پاکستان کی پارلیمنٹ سے منظور ہوا، جو نہ صرف اسلام اور دستورِ پاکستان سے متصادم ہے بلکہ اس میں مسلم معاشرے کی تہذیبی روایات اور مسلمہ اقدار کو پامال کرنے کی کھلم کھلا جسارت بھی کی گئی ہے۔

پہلے تو 'حدود قوانین' کو مسلسل کئی ماہ میڈیا پر ٹرائل کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر جولائی/اگست میں اقتدار کے ایوانوں میں اس پر بحث مباحثہ شروع ہوا، اور ۲۱/اگست ۲۰۰۶ء کو اسے قومی اسمبلی میں پیش کردیا گیا۔ اس بل کا اصل نام تو 'فوجداری ترمیمی بل ۲۰۰۶ء' تھا، لیکن خواتین کی ہمدردیاں سمیٹنے کے لئے سلیکٹ کمیٹی کی اوّلین ترمیم کی رو سے اس کا نام 'تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء' رکھنا قرار پایا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا بل زنا کی شرعی سزا میں ترمیم وتخفیف کے گرد ہی گھومتا ہے۔ بل کی ۲۹ ترامیم ہیں جن کے ذریعے ۲۲/ دفعات پر مشتمل 'حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء' کی ۱۲ دفعات کو منسوخ اور ۶ کو تبدیل کردیا گیا ہے۔ ایسے ہی اس بل کے ذریعے 'حد قذف آرڈیننس' کی ۲۰ دفعات میں سے بھی ۸ کو منسوخ اور ۶ میں حذف وترمیم تجویز کی گئی ہے جس کے بعد حد زنا آرڈیننس میں محض ۴ دفعات اور حد قذف آرڈیننس میں محض ۶ دفعات اپنی اصل صورت میں، صحیح سالم باقی رہ گئی ہیں۔

قومی اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد بل کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کردیا گیا، ۱۵/رکنی سلیکٹ کمیٹی نے ۴/ستمبر کو اس میں ۸ ترامیم تجویز کیں۔ انہی دنوں حکومت کی دعوت پر ملک کے ممتاز علما نے ۱۱/ستمبر کو تین ابتدائی ترامیم پیش کیں۔ حکومت نے اُنہیں بل میں شامل کرنے کا نہ صرف وعدہ کیا بلکہ انہیں شامل کرنے کا خوب ڈھنڈورا بھی پیٹا، لیکن مقامِ افسوس ہے کہ اسمبلی سے منظور ہونے والے حالیہ بل میں، ان میں سے ایک ترمیم بھی شامل نہیں کی گئی۔ دوسری طرف ۱۳/نومبر کو مختلف سیاسی جماعتوں کی طرف سے اس بل میں مزید ۴ ترامیم تجویز ہوئیں اور آخرکار ۱۵/نومبر کو سلیکٹ کمیٹی کی ۸ ترامیم سمیت، ۱۳/نومبر کی مزید ۴ ترامیم شامل کرکے قومی اسمبلی نے حدود قوانین میں ترمیم کا بل پاس کرلیا۔

www.KitaboSunnat.com

ملک کے ممتاز اور جید علما (جو کسی بھی سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں ہیں) کا موقف پہلے بھی یہ تھا کہ حکومت کا تیار کردہ بل خلافِ اسلام ہے، اگر اس بل میں یہ تین ترامیم کردی جائیں تو بل کی خامی میں قدرے کمی واقع ہوسکتی ہے، لیکن وعدے کے باوجود ان ترامیم کو نظرانداز کیا گیا۔ اب ۱۵ر نومبر کو منظور ہونے والے بل کے بارے میں بھی ملک بھر کے تمام علماے کرام کا متفقہ موقف یہی ہے کہ یہ بل اسلام سے متصادم ہے۔ یاد رہے کہ اس بل کے خلافِ اسلام ہونے پر کسی ایک عالم دین یا کسی دینی حلقہ کا بھی آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حدود آرڈیننس پر شدید تنقید کرنے والے دانشور بھی اس بل کے غلط ہونے پر علماے کرام کے ہم نوا ہیں، اسکے باوجود حکومت لگا تار اپنے دعوے اور 'فتوے' پر ہی مصر ہے!!

تحفظِ حقوق نسواں بل میں خلافِ اسلام ترامیم

بل کی ترمیم نمبر ۲ کے الفاظ یہ ہیں:

''۴۹۶ ب) زنا: ① ایسے مرد اور عورت جن کی آپس میں شادی نہ ہوئی ہو، اگر رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں تو وہ زنا کے مرتکب ہوں گے۔

② زنا کے مرتکب مرد و عورت کو جو سزا دی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید ہوسکتی ہے اور اُنہیں ۱۰ ہزار روپے تک جرمانے کی سزا دی جائے گی۔☆

۴۹۶ ج) زنا کے جھوٹے الزام کی سزا: جو کوئی بھی کسی شخص کے خلاف زنا کا جھوٹا الزام لگائے یا گواہی دے وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال تک قید اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ ہزار روپے کے جرمانے کا مستوجب ہوگا۔''

تبصرہ: ① اس ترمیم کے ذریعے تعزیراتِ پاکستان میں دو دفعات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

☆ مذکورہ بالا ترمیم ان چار ترامیم میں سے پہلی ہے جنہیں ۱۵ نومبر کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شامل کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ زیر نظر مضمون کے تمام اقتباسات 'تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء' کے مصدقہ اور تازہ ترین متن سے ماخوذ ہیں۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ بل کے اُردو متن میں زنا کی سزا غائب کردی گئی ہے جو مستند انگریزی متن میں موجود ہے، البتہ یہ سزا اُردو وانگریزی، ہر دو متنوں میں ترمیم نمبر ۹ کے جدول ہشتم میں بھی جرم 'زنا' کی سزا والے خانہ نمبر ۷ میں (یعنی زیادہ سے زیادہ ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار روپے جرمانہ) ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا معمولی علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ ان دونوں جرائم کی سزائیں صریحاً خلافِ اسلام ہیں۔ زنا کی سزا قرآنِ کریم میں یہ بیان ہوئی ہے:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (النور:۲)

''زانی عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ کوڑے کی سزا دو۔''

قرآنِ کریم کا واضح حکم یہ ہے کہ زانی کی سزا ۱۰۰ کوڑے ہے، جبکہ منظور کردہ بل میں اس کی سزا زیادہ سے زیادہ ۵ سال قید یا جرمانہ رکھی گئی ہے۔ یعنی کم سے کم سزا محض چند روز قید اور چند روپے جرمانہ بھی ہوسکتی ہے۔ کیا زنا کی سزا میں یہ ترمیم خلافِ اسلام نہیں؟؟

ممکن ہے، کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس سزا میں پارلیمنٹ یا حاکم وقت کو ترمیم یا تخفیف کا اختیار ہے۔ لیکن ایسا دعویٰ محض قرآن وسنت سے لاعلم شخص ہی کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں واضح طور پر بتا دیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب:۳۶)

''کسی مؤمن اور مؤمنہ کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو اپنے پاس سے نئے فیصلے کرنا شروع کردیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ واضح گمراہی کا شکار ہوگیا۔''

اللہ کی طے کردہ عقوبات (حدود اللہ) میں حاکم وقت یا پارلیمنٹ تو کجا، کسی شیخ الاسلام اور مجتہد العصر کو بھی ترمیم کا کوئی اختیار نہیں۔ اسلام میں نبی کریم ﷺ سے بڑی حیثیت کسی کی نہیں ہوسکتی، لیکن ان حدود اللہ میں کوئی ترمیم یا کمی بیشی کرنے کے آپ ﷺ بھی مجاز نہیں۔ دورِ نبویؐ کا ایک مشہور واقعہ مختصراً یوں ہے کہ ''قریشی قبیلہ کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا، تو نبی کریم ﷺ کے ایک محبوب صحابی حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے ذریعے صحابہ کرامؓ اس عورت (فاطمہ) کا ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش لے کر آئے۔ آپ ﷺ ان کی اس جسارت پر سخت ناراض ہوئے اور یہ تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا:

«أتشفع في حد من حدود الله . لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد يدها» (صحیح بخاری: رقم ۶۷۸۸) ''کیا تم حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے

www.KitaboSunnat.com

ہو؟ اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتی تو محمد ﷺ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے۔''

اس مشہور واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حدود اللہ میں تبدیلی کا اختیار روے کائنات میں کسی کے پاس بھی نہیں، اشرفُ المخلوقات اور سید المرسلین ﷺ کے پاس بھی اگر یہ اختیار ہوتا تو آپ اپنے پیارے صحابہؓ کی بات تسلیم کرلیتے اور اس قریشی عورت کی سزا میں تخفیف فرما دیتے۔

پارلیمنٹ کا زنا کی حد میں ترمیم کرنا اپنے اختیار سے صریحاً تجاوز، اسلام سے بے وفائی اور اپنے حلف سے غداری ہے۔ مزید برآں دستورِ پاکستان کی دفعات کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ جس طرح کسی پارلیمنٹ کی ایسی قانون سازی...... کہ بہن بھائی آپس میں شادی کرسکتے ہیں...... کی اسلام کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں، اسی طرح زنا کی شرعی سزا میں ترمیم یا تخفیف کی بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے کھلم کھلا جنگ ہے!!

❷ جس طرح اسلام میں زنا کی سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کردی ہے اور اس میں تبدیلی کا کوئی بھی مجاز نہیں، اسی طرح اسلام نے زنا کے جھوٹے الزام (تہمت یا قذف) کی سزا بھی متعین کردی ہے۔ موجودہ بل میں زنا کی تہمت (قذف) کی شرعی حد میں بھی ترمیم کی جسارت کی گئی ہے۔ تہمت یا قذف کی سزا بڑی مشہور ہے، جس کی بنیاد قرآنِ کریم کی یہ آیتِ کریمہ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ (النور:۴)

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں، اُنہیں ۸۰ کوڑے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔''

زنا کی تہمت کی سزا ایک طرف قرآنِ کریم بیان کرتا ہے اور دوسری طرف ہماری حکومت اسے بھی پانچ سال قید میں تبدیل کررہی ہے۔ اوپر درج کردہ قرآنی آیات اور فرامینِ رسولؐ کی رو سے کس نے حکومت یا اَراکینِ پارلیمنٹ کو حدود اللہ میں ترمیم وتخفیف کا یہ اختیار دیا ہے؟

❸ تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء کی ترمیم نمبر ۵ کے الفاظ یہ ہیں کہ

''کسی مرد کو زنا بالجبر کا مرتکب کہا جائے گا، جب وہ کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ حالات میں کسی صورت میں مباشرت کرے:

www.KitaboSunnat.com

① عورت کی مرضی کے خلاف ② اس کی رضامندی کے بغیر
③ جب مرضی ہلاکت یا ضرر کا خوف دلا کر لی گئی ہو ④ عورت کو اپنا شوہر ہونے کا مغالطہ ہو......
⑤ لڑکی کی رضامندی یا اس کے بغیر، جب کہ وہ ۱۶ برس سے کم عمر کی ہو۔''

اس ترمیم سے پہلی بات تو یہ معلوم ہورہی ہے کہ عورت کی مرضی کے خلاف یا اس کی رضامندی کے بغیر کیا جانے والا جنسی فعل 'زنا بالجبر' کہلائے گا۔ اس قانون کی رو سے کوئی شوہر اگر اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر اس سے جماع کرتا ہے تو وہ بھی زنا بالجبر کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ حدزنا آرڈیننس کی دفعہ ٦ سے اس قانون کو یہاں منتقل کیا گیا ہے اور وہاں زنا بالجبر کی تعریف میں شوہر بیوی کا استثنا موجود ہے جسے یہاں عمداً حذف کردیا گیا ہے۔

یہ ترمیم اسی مطالبے کی بازگشت ہے جو مغربی حقوقِ نسواں اور این جی اوز کی پروردہ عورتیں کافی عرصہ سے کررہی ہیں اور چند ماہ قبل پیپلز پارٹی کی ایک رکنِ قومی اسمبلی کا یہ مطالبہ قومی اخبارات میں شائع بھی ہوچکا ہے۔ یہ تو روشن خیال اور مغرب نواز لوگوں کا مطالبہ ہے جس کے برعکس نبی کریم ﷺ کا فرمان بھی پڑھ لیجئے کہ

«إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فباتَ غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح» (صحیح بخاری: ۳۲۳۷)

''جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر اس سے ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے تو فرشتے ایسی بیوی پر صبح ہونے تک لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں۔''

اس ترمیم کے خلافِ اسلام ہونے میں کسی شخص کو معمولی سا شک وشبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

④ اوپر درج کردہ ترمیم کو صورت نمبر ۵ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ۱۶ برس سے کم عمر کی لڑکی کا ہر زنا، زنا بالجبر قرار پائے گا۔ یاد رہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں عورت سزا سے مستثنیٰ ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۶ برس سے کم عمر کی ہر لڑکی زنا کی سزا سے مستثنیٰ قرار پائے گی۔ اس ترمیم کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بل کے آخر میں درج کردہ 'بیانِ اغراض ووجوہ' کا پیرا نمبر ۱۴ ملاحظہ ہو:

''عصمت دری کا الزام لگانے کے لئے عورت کی مرضی [مرد کے] دفاع کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ یہ انتظام کیا جارہا ہے کہ اگر عورت کی عمر ۱۶ سال سے کم ہو تو مذکورہ مرضی کو دفاع

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر استعمال نہ کیا جائے۔''

یہ ترمیم بھی خلافِ اسلام ہے کیونکہ اسلام نے زنا کی سزا کو عمر کی بجائے جسمانی بلوغت کی علامتوں کے ساتھ منسلک کیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۲۴۷۰ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا واقعہ بھی موجود ہے۔☆

ایسے ہی یہ ترمیم خلافِ قانون بھی ہے کیونکہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۸۳ کی رو سے ۷ تا ۱۲ برس کا بچہ/بچی فوجداری جرم کی مسئولیت سے مستثنیٰ ہے، اس سے بڑی عمر کے بچے کو یہ رعایت حاصل نہیں۔ پھر زنا کے جرم کو ایسا کیا خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ عورت کو ۱۶ برس تک زنا کے جرم سے چھوٹ دے دی جائے؟ یوں بھی زنا کا تعلق بنیادی طور پر ذہنی بلوغت کی بجائے جسمانی بلوغت سے ہے جو مختلف وجوہ کی بنا پر مختلف عمروں میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کی ایک عمر مقرر کردینے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ۱۶ برس سے کم عمر بالغ لڑکیوں کے جانے بوجھے زنا کے ارتکاب کے باوجود قانون ان پر گرفت نہیں کرسکے گا!!

اس ترمیم کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لڑکیوں کو ۱۶ سال تک زنا کے جرم سے چھوٹ ملنے کے بعد بچوں میں بدکاری پھیل جائے گی، اور ایسی بری عادات کا شکار بچے مستقبل میں بھی جنسی بے راہ روی کا شکار رہیں گے۔ اس امر سے بھی کسی کو مجالِ انکار نہیں کہ ۱۶ سال سے کم عمر لڑکیاں اپنی رضامندی سے جنسی فعل کی مرتکب ہوتی ہیں جیسا کہ لاس اینجلس ٹائمز کی ۴/مارچ ۲۰۰۵ء کی رپورٹ میں اسی شہر کے چھٹی کلاس کے طلبہ وطالبات کا ایک سروے شائع کیا گیا تو ۷۰ فیصد بچے جنسی بے راہ روی کے مرتکب پائے گئے۔ ایسے ہی آئے روز سکولوں کی طالبات کے حاملہ ہونے کی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔

❺ قومی اسمبلی میں منظور ہونے والے بل کی شق نمبر ۵ کے ذریعے زنا بالجبر کو تعزیراتِ پاکستان میں (دفعہ ۳۷۵ کے تحت) شامل کردیا گیا ہے۔ اسلام کی رو سے زنا رضامندی سے ہو یا

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ﴾ (النور:۵۹) ''اور جب تمہارے بچے جوانی کو پہنچ جائیں تو اُنہیں اجازت لینی چاہئے۔'' حُلُم خواب میں جماع کرنے کو کہتے ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احتلام بلوغت کی علامت ہے۔ (فتح الباری: ۵/۲۷۷) اور عورت کو حیض آنا اس کی بلوغت کی علامت ہے اور یہ علامات ۱۲ سے لے کر ۱۵ برس کی عمر تک ظاہر ہوتی ہیں۔ (اضافہ از مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ)

www.KitaboSunnat.com

زبردستی سے، ہر دو کو زنا ہی کہا جاتا ہے۔شریعتِ اسلامیہ نے زنا کو رضا اور جبر کی بجائے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں تقسیم کیا ہے۔ جس طرح زنا کے بعض کیسوں میں عورت کو قتل بھی کردیا جاتا ہے لیکن زنا بالقتل جرم وسزا کی کوئی اصطلاح نہیں، اسی طرح زنا بالجبر بھی اسلامی شریعت کی کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ زنا جیسے بھی ہو، اس کے لئے کتاب وسنت میں حدود اللہ بیان کردی گئی ہیں، چنانچہ زنا بالجبر کی نئی اصطلاح وضع کرکے فعل زنا کی بعض واقعاتی صورتوں کو حدود اللہ سے نکالنا خلافِ اسلام ہے۔فعل زنا کی تمام صورتوں کو حدود آرڈیننس میں ہی ہونا چاہیے۔ حدود آرڈیننس سے زنا کی سزا کو نکالنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جبری زنا کی صورت میں زنا کی شرعی حد کی بجائے صرف تعزیری سزا ہی دینا ممکن ہوگا۔ یہ امر خلافِ اسلام ہے کہ فعل زنا کی سزا حد کی بجائے محض تعزیری بنا دی جائے!

❻ بل کی شق نمبر ۵ کے ذریعے تعزیراتِ پاکستان میں شامل کی جانے والی دفعہ ۳۷۶ میں زنا بالجبر کی سزا کو سزائے موت قرار دیا گیا ہے۔اسلام میں عورت سے جبری زنا ہو تو اس صورت میں بھی زانی کی سزا موت نہیں بلکہ کنوارے کے لئے ۱۰۰ کوڑے+علاقہ بدری اور شادی شدہ کے لئے سنگساری کی سزا ہے۔ موطأ امام مالکؒ و دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور کا مشہور واقعہ موجود ہے کہ

''ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو شکایت کی کہ اس کے مہمان نے اس کی بہن سے جبراً زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ آپؓ نے اس سے تفتیش کی تو اس نے اعتراف کرلیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے ۱۰۰ کوڑے لگائے اور ایک برس کے لئے فدك کے علاقے میں جلاوطن کردیا۔ اور عورت کو نہ تو کوڑے لگائے، نہ ہی جلاوطن کیا کیونکہ زانی نے اسے مجبور کیا تھا۔(ایک سالہ جلاوطنی کے بعد) حضرت ابو بکرؓ نے زانی کو حکم دیا کہ اب اسی عورت سے نکاح کرو۔''

(مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹۶ و موطا: کتاب الحدود، حدیث ۱۳)

ایسا ہی ایک واقعہ صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث میں حضرت عمرؓ فاروق کے دور کا بھی موجود ہے جب خلیفہ عمرؓ فاروق نے جبری زنا کرنے والے مرد کو کوڑوں کی سزا دی۔

اگر زنا بالجبر کی سزا موت ہوتی تو پھر ابو بکر صدیقؓ زانی کو مجبور عورت سے نکاح کرنے کا

www.KitaboSunnat.com

حکم کیونکر دے پاتے؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زنا بالجبر کی سزا موت قرار دینا خلافِ اسلام ہے۔
جن لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جبری زنا کی سزا بیان نہیں ہوئی، وہ سورۃ النور میں زنا کی سزاؤں کے بعد اسی سورہ کی اگلی آیات کو نظر انداز کردیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے جبری زنا کی شکار عورت کو زنا کی سزا سے مستثنیٰ کردیا ہے:

﴿وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (النور:۳۳)

''اور جو اِن خواتین پر زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد (ان خواتین کو) بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔''

اسلام کی رو سے مجبور عورت کا محض یہ دعویٰ کرلینا کہ اس سے جبر ہوا ہے، اور اس دعویٰ کی قرائن سے تصدیق ہوجانا عورت کی بریت کے لئے کافی ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں مجبور عورت کو زنا کے الزام میں سزا دینا، اور پولیس کا اُنہیں جیلوں میں ڈال دینا نہ صرف فرامین نبویؐ کی صریح خلاف ورزی بلکہ عدالتِ عالیہ کے فیصلوں اور وفاقی شرعی عدالت کے احکامات کی توہین کے مترادف ہے۔

☜ زنا بالجبر کو ایک طرف تعزیرات میں ڈال کر اس کی شرعی سزا (حد) کا خاتمہ کیا گیا ہے تو دوسری طرف زنا کے شرعی نصابِ شہادت کو بدل کر زنا بالجبر کو عام قانونِ شہادت کے تابع کردیا گیا ہے جس کے بعد زنا بالجبر کے ملزم مرد کو سزا دینے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں رہی اور عورت بھی اس کی گواہ بن سکتی ہے۔ یہ امر بھی خلافِ اسلام ہے کہ زنا کے شرعی طریقۂ ثبوت کو بدل دیا جائے اور قرآنی آیات اور فرامین نبوی کے باوجود زنا کے سلسلے میں عورت کو گواہی کیلئے گھسیٹا جائے، مزید تفصیل کے لئے محدث کا شمارۂ اگست ملاحظہ کریں۔ (صفحہ ۱۹)

⑤ تحفظِ خواتین بل میں خلافِ اسلام امر یہ بھی ہے کہ اقدامِ زنا، مبادیاتِ زنا یا بوس وکنار وغیرہ کی تعزیرات / سزائیں منسوخ کردی گئی ہیں۔ جبکہ حدود آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں نہ صرف ان جرائم کی سزائیں بھی مقرر کی گئی تھیں بلکہ اس کی دفعہ ۲۰ کی شق اوّل میں یہ بھی قرار دیا گیا تھا کہ اگر عدالت کو بعض دیگر ایسے چھوٹے موٹے جرائم کا علم ہوجائے جو اس کے دائرۂ اختیار میں ہوں تو وہ ان کی سزا بھی سنا سکتی ہے۔ لیکن موجودہ بل نے نہ صرف اس دفعہ ۲۰ بلکہ

www.KitaboSunnat.com

حدود آرڈیننس میں درج دیگر سزاؤں مثلاً سرعام فحاشی، برہنہ کرنا یا اقدامِ زنا وغیرہ کو بھی ختم کردیا ہے۔ نامعلوم اس سے عورتوں کو تحفظ دیا جارہا ہے یا ان کے خلاف جنسی جارحیت کی ترغیب دی جارہی ہے؟

طرفہ تماشا ہے کہ اس ملک میں اقدامِ قتل کی سزا تو موجود ہے تو لیکن اقدامِ زنا کی کوئی سزا موجود نہیں جبکہ اسلام نے اگر زنا کو حرام قرار دیا ہے تو اس کے مبادیات اور اس کی طرف لے جانے والے مراحل بھی ممنوع کردیے ہیں۔ سید المرسلین نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اجنبی مرد عورت کی خلوت کو حرام قرار دیا (صحیح بخاری:۴۸۳۲) بلکہ یہاں تک فرمایا:

«العينان تزنيان واليدان تزنيان والرِّجلان تزنيان ويحقّق ذلك الفرج أو يكذبه» (صحیح ابن حبان:۴۴۹۶)

''آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں، ہاتھ اور پاؤں بھی۔ اور شرمگاہ اس (زنا) کی تصدیق یا تکذیب کردیتی ہے۔'' یعنی اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاتی یا ردّ کردیتی ہے۔

ایسے ہی دوسرے کے گھر میں جھانکنے پر اگر کوئی شخص اس کی آنکھ پھوڑ دے تو نبی کریم ﷺ نے اس آنکھ کے ضیاع کو رائیگاں قرار دیا ہے۔ (صحیح مسلم:۴۰۱۴)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف زنا ہی اکیلا جرم نہیں بلکہ دوسروں کے حَرَم (قابل احترام جگہ یا خواتین) سے نظر بازی کرنا بھی سنگین جرم ہے۔

⑧ پارلیمنٹ سے پاس ہونے والے بل میں خلافِ اسلام شق یہ بھی ہے کہ اسکے ذریعے حدود اللہ کی دیگر قوانین پر برتری کو ختم کردیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ حدزنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی شق نمبر۳ کے ذریعے ان قوانین کو دیگر تمام قوانین پر برتری دی گئی تھی جسے حالیہ بل کی ترمیم نمبر۱۲ نے ختم کردیا ہے۔ یہ اقدام بھی اسلام سے کھلا انحراف ہے کیونکہ قرآن کا واضح حکم ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء:٦٥)

''اے نبیؐ! تیرے ربّ کی قسم، یہ لوگ کبھی بھی ایمان والے نہیں بن سکتے حتیٰ کہ آپ کے فیصلوں کو دل وجان سے تسلیم نہ کرلیں، پھر ان کے دلوں میں اس پر کوئی خلش باقی نہ رہ جائے جو آپ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ اور یہ اس کو صمیم قلب سے تسلیم کریں۔''

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا منسوخی دستورِ پاکستان کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ ترمیم دستورِ پاکستان ۱۹۷۳ء کی شق نمبر ۲۲۷/۱ سے بھی متصادم ہے جس میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ

''تمام موجودہ قوانین کو اسلام کے احکام ...... جیسے کہ وہ قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول میں بیان ہوئے ہیں ...... کے مطابق بنایا جائے گا۔ دستور میں جس طرح اسلام کے احکام کا حوالہ دیا گیا ہے، ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔''

کتاب وسنت پر مبنی قوانین کی برتری کے خاتمہ کی مذموم کوشش اس حلف کے بھی مخالف ہے جسے پاکستان کا ہر صدر، وزیر اعظم، وفاقی وزرا، سپیکر، ڈپٹی سپیکر، چیئرمین سینٹ، صوبائی گورنرز اور جملہ اراکینِ اسمبلی وسینٹ اپنے عہدہ کے آغاز میں اُٹھاتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے شیڈول ۳ میں اس حلف کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''میں حلف اُٹھاتا ہوں کہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ کی ضرور بھر پور جدوجہد کروں گا جو کہ قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے۔''

قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن وسنت سے صریح متصادم ایسی قانون سازیوں کے بعد مملکت کے ان اہم ترین عہدوں پر فائز حضرات کیا اپنے حلف سے منحرف تو نہیں ہوگئے؟ کیا ایسے بل کو منظور کرکے اُنہوں نے دستورِ پاکستان کی خلاف ورزی کا ارتکاب تو نہیں کیا اور سب سے بڑھ کر، قرآن وسنت کے فیصلوں کو نہ ماننے والے اللہ کے واضح فرمان کے مطابق کیا دائرۂ اسلام سے ہی خارج تو نہیں ہوگئے؟ ...... ان سوالات کا جواب قوم کو خود تلاش کرنا چاہئے!!

❾ حدود اللہ کی برتری کی یہ دفعہ محض تبرک یا تقدس کے حصول کے لئے نہیں تھی بلکہ اس کی عملاً ضرورت تھی جس کے خاتمے کے لئے یہ سنگین اقدام کیا گیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیے

تحفظِ خواتین بل کے بعد زنا کے بارے میں بیک وقت تین ضوابط وجود میں آگئے ہیں:

① 'زنا بالجبر' سزا: موت یا ۲۵ برس قید (بحوالہ ترمیم نمبر ۵)

② 'زنا' سزا: زیادہ سے زیادہ ۵ سال قید (بحوالہ ترمیم نمبر ۷ و ۹ کا جدول ۸)

یہ دونوں قوانین مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں رکھے گئے ہیں اور تیسرا حدود آرڈیننس میں:

③ 'زنا' پر بظاہر شرعی سزائیں، شادی شدہ کو سنگساری اور کنوارے کو ۱۰۰ کوڑے + جلاوطنی (حدود آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۵ کو بحال رکھنے کی بنا پر)

آیئے غور کریں کہ ایک ہی جرم (یعنی 'زنا') کے لئے تین سزائیں رکھنے سے مقصد کیا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

اس کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہم نے شرعی سزائیں منسوخ نہیں کیں اور زنا کی ۵ سال سزا کا دعویٰ کرنے والوں کو جھٹلایا جائے کہ ایسا نہیں بلکہ اس کی تو شرعی سزا موجود ہے۔اسی لئے زنا کی نئی وضع کردہ سزا (۵ سال قید) کو بل کے اُردو متن میں عمداً چھپا دیا گیا ہے اور پورے بل میں اس کا سراغ محض ترمیم ۹ کے جدول ہشتم کے ذریعے ملتا ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے یہ تینوں جرائم دراصل زنا ہی کی تین صورتیں ہیں۔'زنا بالجبر' کے نام پر زنا کی بعض صورتوں کو شرعی سزاؤں سے نکال لینا خلافِ اسلام ہے۔ پھر 'زنا' کی تعریف ''غیر منکوحہ سے رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کرنا'' سے مراد دراصل زنا بالرضا ہے جس کی سزا پانچ سال قید ہے۔اب زنا کی تیسری یعنی شرعی سزا کو معطل رکھنے کے لئے حدود آرڈیننس کی برتری کی شق منسوخ کردی گئی ہے جس کے بعد زنا کی شرعی سزا کی حیثیت محض نمائشی رہ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک ہی جرم پر سزاؤں میں یہ تفاوت متضاد قانون سازی کو بھی جنم دے رہا ہے لہٰذا قابل استرداد ہے۔مثال کے طور پر تعزیراتِ پاکستان میں مندرج زنا (بالرضا) کی رو سے شادی شدہ مرد کے زنا کی سزا محض ۵ سال قید ہے جبکہ حدود آرڈیننس کی رو سے اس کی سزا سنگساری ہے۔ دونوں سزاؤں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اب عملاً زنا کی سزا حدود آرڈیننس کی بجائے تعزیراتِ پاکستان کے مطابق ہی ہوگی، البتہ دکھانے کے لئے شرعی سزا بھی حدود آرڈیننس میں موجود رہے گی لیکن اس کی برتر حیثیت کا خاتمہ کردیا گیا ہے جس کے بعد ایک جرم کے بارے میں دو مختلف نوعیت کے قوانین سامنے آگئے ہیں۔ اب قانون دان حلقے اپنی ذہنی وابستگی، تربیت اور علمی صلاحیت کی بنا پر تعزیراتِ پاکستان کو ہی اختیار کریں گے اور پورا نظام اور عدالتوں کی پریکٹس بھی اسی کو تحفظ دے گی اور جاری رکھے گی۔ مزید برآں بعد میں آنے والا قانون سابقہ قوانین پر اس اعتبار سے عملی فوقیت رکھتا ہے کہ نئے پیش آمدہ حالات میں پارلیمنٹ نے اس قانون کو مناسب خیال کیا ہے، اِلا یہ کہ سابقہ قانون میں برتری کی کوئی خصوصی شق موجود ہو۔

بعض حضرات کے نزدیک اگر حدود قوانین کی برتری برقرار رکھی جائے تو اس سے اسلام دوست جج حضرات کے لئے شرعی سزا دینا ممکن ہوجاتا ہے،لیکن یہ محض سادہ لوحی ہے کیونکہ

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون کے آخر میں 'قانون کے اجرا کے طریقہ کار' پر اگر ایک نظر ڈال لی جائے تو معلوم ہوگا کہ شرعی سزا کے اجرا کے ضمن میں بھی ایسی قانون سازی عمل میں لائی جا چکی ہے کہ عملاً حد کی شرعی سزا دینا کسی صورت ممکن نہیں رہتا۔ تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے!

⑩ جیسا کہ پیچھے ذکر ہوچکا ہے کہ حدود اللہ میں کوئی ترمیم وتخفیف یا معافی نہیں دے سکتا۔ اسی لئے حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۲۰ کی شق ۵ کے ذریعے حدود آرڈیننس میں درج جرائم کو ضابطہ فوجداری کے ان جرائم سے مستثنیٰ کردیا گیا تھا جن میں صوبائی حکومت☆، صدر یا کرسی اقتدار پر موجود شخص معافی دے سکتا ہے۔ لیکن حالیہ تحفظِ خواتین بل کی ترمیم نمبر ۱۸ کے ذریعے حدود آرڈیننس کی اس شق کو حذف کردیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی ملزم قانونی گنجائشوں کی اس قدر لمبی چوڑی تفصیلات کے باوجود اس قدر 'بدقسمت' ہے کہ اسے حدود اللہ کے تحت سزا سنا ہی دی گئی ہے تو زیادہ پریشانی کی بات نہیں، کیونکہ عام جرائم کی طرح اس کی سزا کو کوئی بھی مجاز اتھارٹی معاف کرسکتی ہے۔ ایک طرف حدود اللہ میں ترمیم کا نبی کریم ﷺ کو بھی اختیار نہیں تو دوسری طرف آپؐ کا ایک ادنیٰ اُمتی بے دھڑک آپ سے بھی آگے بڑھ رہا ہے۔ اس بات کو خلافِ اسلام سمجھنے یا قرار دینے کے لئے کسی گہری سمجھ بوجھ کی ضرورت نہیں!

یہ تو حدود اللہ کی معافی کی بات ہے، اگر معاملہ زنا بالجبر کا ہے جو پہلے ہی تعزیراتِ پاکستان میں شامل کیا جاچکا ہے تو وہاں آئین پاکستان کی شق ۴۵ کے تحت صدر کو سزا میں ترمیم یا معطّلی اور معافی کی کھلی گنجائش موجود ہے۔ غور کریں کہ اس سے زنا بالجبر کی سزا میں اضافہ کیا جارہا ہے یا اس میں تخفیف ہورہی ہے کہ اس کے مجرم کو معافی ملنے کا امکان پیدا کردیا گیا ہے؟

⑪ تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء کی ترمیم نمبر ۸ ملاحظہ فرمائیے:

(۲۰۳/الف) ''عدالت کا افسر صدارت کنندہ فوری طور پر مستغیث اور جرم کیلئے ضروری دخول کے فعل کے کم ازکم چار چشم دید مسلمان بالغ مرد گواہوں کی حلف پر جانچ پڑتال کرے گا۔''

اسلام کی رو سے فعل زنا کے گواہ مستغیث کے علاوہ چار نہیں ہوتے بلکہ وہ خود بھی گواہوں

☆ ضابطہ فوجداری ۱۹۰۸ء کے باب نمبر ۲۹ میں نہ صرف صدرِ مملکت بلکہ صوبائی حکومت کو بھی سزاؤں میں تخفیف یا ان کی تبدیلی کا اختیار دیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

میں شامل ہوسکتا ہے جبکہ اس بل کے ذریعے مدعی کے علاوہ چار گواہوں کا مطالبہ کیا جارہا ہے، یہ بات بھی خلافِ اسلام ہے۔

مزید برآں اسلام کی رو سے زنا کی سزا محض زانی یا زانیہ کے اعتراف پر بھی دی جاسکتی ہے لیکن نئے مسودۂ قانون میں اس کو سرے سے نکال ہی دیا گیا ہے، یہ بات بھی خلافِ اسلام ہے۔ دورِ نبوی میں کئی سزائیں گناہگاروں کے محض ذاتی اعتراف پر دی گئیں، ایسی صورت میں مزید کسی بھی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دونوں باتیں بھی صریحاً خلافِ اسلام ہیں۔

اب ایک نظر اُن ترامیم پر بھی جو حدِ قذف آرڈیننس میں کی گئی ہیں:

۱۲ جس طرح حد زنا آرڈیننس کی برتری دیگر قوانین پر ختم کردی گئی ہے جس کا تذکرہ پیچھے ۸ نمبر کے تحت گزر چکا ہے، اسی طرح تحفظِ خواتین بل کی ترمیم نمبر ۲۸ نے حد قذف آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ نمبر ۱۹ کو منسوخ کرکے دوسرے قانون پر اس کی برتری کو بھی ختم کردیا ہے جبکہ اسلامی قانون کی برتری کی منسوخی اسلام اور دستورِ پاکستان سے کھلا اِنحراف ہے۔

۱۳ قذف آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ نمبر ۱۴ لِعَان کے طریق کار کے بارے میں ہے جس کی دفعہ نمبر ۳ کی رو سے لعان کی کاروائی کو معطل کرنے والے مرد کو سزاے قید تجویز کی گئی ہے۔ اب تحفظِ خواتین بل کی ترمیم نمبر ۲۵ نے اس دفعہ کو منسوخ کردیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر شوہر بیوی پر لعان کی کاروائی شروع کرکے، اسے مکمل نہ کرے تو بیوی معلق رہے گی، نہ تو لعان کے ذریعے اپنی بے گناہی ثابت کرواسکے اور نہ ہی اپنا نکاح فسخ کراسکے۔

اس بل سے ایک طرف خواتین کے تحفظ کی بجائے ان پر ظلم ہورہا ہے تو دوسری طرف اسلام کے تصورِ لعان کو بھی معطل کیا جارہا ہے۔ اسلام نے ایسے شوہر کو جو بیوی پر الزامِ زنا لگائے اور لعان کی کاروائی شروع کرلے، تو اسے پابند کیا ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہے تو پھر شرعی ضابطہ پورا کرے۔ اب مرد عورتوں پر الزام تراشی کرتے رہیں گے لیکن شرعی ضابطہ پورا نہیں کریں گے...... کیا ایسی صورت میں بیوی کو معلق رکھنے سے تحفظ حاصل ہوگا یا وہ عدمِ تحفظ کا شکار رہے گی۔ ویسے بھی یہ صورت شریعتِ اسلامیہ سے متصادم ہے۔

☜ ایک طرف تو حد قذف آرڈیننس کی دفعہ ۶ میں شق ۲ کا اضافہ کرکے کے قذف کے

www.KitaboSunnat.com

مجرم کو فوری طور پر سزا دلوانے کی ترمیم لائی جارہی ہے تو دوسری طرف شوہر کے بیوی پر الزامِ زنا لگانے کی صورت میں سابقہ قانون میں موجود تادیبی کاروائی (قید) کو ہی منسوخ کر کے لعان کے شرعی طریقہ کار کو معطل کیا جارہا ہے تاکہ کسی طرح شرعی ضوابط رو بہ عمل نہ آسکیں۔

⑭ لعان کے اسی قانون یعنی دفعہ ۱۴ کی شق نمبر۴ کے الفاظ یہ ہیں کہ

''جو بیوی شوہر کے الزام کو سچ تسلیم کرلے تو اس پر زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی۔''

لیکن تحفظِ خواتین بل نے اس شق کو بھی منسوخ کردیا ہے۔ اسلام کی رو سے اگر کوئی زنا کا اعتراف کرلے تو اس پر حد کی سزا جاری ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ لیکن یہاں بیوی کے اعتراف کے باوجود اس پر حد کی زنا کو منسوخ کردینا اسلام سے صریح روگردانی ہے۔

☞ اسلام میں لعان کے قانون کا تعلق درحقیقت الزامِ زنا سے ہے، اس لئے یہ فوجداری جرائم کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی بنا پر اس کو حدود آرڈیننس میں رکھا گیا تھا لیکن تحفظ حقوقِ نسواں بل کی آخری ترمیم نمبر۲۹ کے ذریعے لعان کو حدود آرڈیننس سے نکال کر قانونِ انفساخِ ازدواجِ مسلمانان ۱۹۳۹ء کی دفعہ نمبر۷ کی ذیلی دفعہ ۲ کے تحت کردیا گیا ہے، اور اغراض ووجوہ میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ''لعان محض تنسیخ نکاح کی ایک صورت ہے جس کے ذریعے کوئی عورت اپنے شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کرسکتی ہے۔'' واضح رہے کہ لعان کی صورت میں عورت کے اعتراف کو حذف کرینے کی وجہ بھی یہی غلط تصور ہے تاکہ اعتراف کی شکل میں زنا کی حد کا کوئی جواز باقی نہ رہے۔ یہ تصور اور ترمیم بھی اسلامی قانون کی روح سے منافی ہے!

خلاصہ : تحفظِ نسواں بل میں خلافِ اسلام ترامیم کی فہرست بمعہ حوالہ جات

① زنا کی شرعی سزا کو بدل کر ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار روپے جرمانہ کرنا خلافِ اسلام ہے، کیونکہ حدود اللہ میں ترمیم وتخفیف کا اختیار اللہ تعالیٰ نے روئے کائنات میں کسی کو بھی نہیں دیا۔ اپنے پیارے نبی ﷺ کو بھی نہیں۔ [ترمیم نمبر۷ میں شق نمبر۴۹۶ ب میں زنا کی تعریف درج ہے، انگریزی مسودہ میں اس کی سزا ساتھ ہی درج ہے جبکہ اُردو مسودہ میں غائب کردی گئی ہے۔ البتہ ترمیم نمبر۹ کے جدول ہشتم میں اس جرم کی سزا والے خانہ نمبر۷ میں اس کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار جرمانہ موجود ہے۔ زنا کی یہ سزا خلافِ اسلام ہے کیونکہ

قرآن نے سورۃ النور کی آیت ۲ میں زنا کی سزا ۱۰۰ کوڑے یا رجم قرار دی ہے]

④ زنا کی تہمت کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار روپے جرمانہ کرنا بھی حدود اللہ میں ترمیم ہے جو خلافِ اسلام ہے۔ [ترمیم نمبر ۷ میں شق نمبر ۴۹۶ ج کے تحت زنا کے الزام کی سزا درج ہے، لیکن سورۃ النور کی آیت نمبر ۴ میں یہ سزا ۸۰ کوڑے ذکر ہوئی ہے]

③ دفعہ ۳۷۵ میں زنا بالجبر کی ذکر کردہ تعریف کی رو سے بیوی کی مرضی کے بغیر جماع کرنا بھی زنا بالجبر قرار پاتا ہے جو صریحاً خلافِ اسلام ہے۔

④ ۱۶ برس سے کم عمر لڑکی کے ہر زنا کو زنا بالجبر کا نام دیکر اس کو سزا سے مستثنیٰ کرنا خلافِ اسلام و قانون ہے۔ [ترمیم نمبر ۵، دفعہ نمبر ۳۷۵ اور شق نمبر ۵ میں ۱۶ برس تک لڑکی کو سزا سے مستثنیٰ کیا گیا ہے جبکہ اسلام میں بلوغت کے بعد لڑکا لڑکی اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں]

⑤ زنا کی بعض صورتوں کو 'زنا بالجبر' کا نام دے کر شرعی سزا سے نکال لینا اور تعزیر میں لے آنا خلافِ اسلام ہے۔ ایسے ہی زنا کو شادی شدہ کی بجائے زنا بالجبر اور زنا بالرضا میں تقسیم کرنا غیر اسلامی ہے۔ [ترمیم نمبر ۵ کی پہلی سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا بالجبر کو دفعہ ۳۷۵، ۳۷۶ کے تحت حدود آرڈیننس سے نکال کر مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں لے جایا گیا ہے]

⑥ زنا بالجبر کی سزا موت قرار دینا خلافِ اسلام ہے۔ [دفعہ ۳۷۶ کے تحت زنا بالجبر کی سزا میں سزاے موت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، زنا کی سزا یا تو ۱۰۰ کوڑے ہے یا سنگساری، شریعت نے سزاے موت سزا نہیں رکھی۔ پھر زنا بالجبر کے طریقۂ شہادت میں تبدیلی بھی درست نہیں!

⑦ حدود آرڈیننس سے اقدامِ زنا یا مبادیاتِ زنا کی سزاؤں کی منسوخی غیر اسلامی ہے۔ [ترمیم نمبر ۱۶ نے حدود آرڈیننس کی دفعات ۱۰ تا ۱۶ اور ۱۸، ۱۹ کو منسوخ کردیا جس میں اقدام زنا یا مبادیات زنا کی سزا دی گئی تھی، اب پبلک مقامات کے ماسوا فحاشی، اور دو غیر منکوحہ مرد وزن کا رضامندی سے برہنہ ہونا وغیرہ پر سزا موجود نہیں رہی]

⑧ حدود اللہ کی دیگر قوانین پر برتری کا خاتمہ اسلام سے بغاوت، دستور سے انحراف اور اراکین پارلیمنٹ کی اپنے حلف سے غداری ہے۔ [ترمیم نمبر ۱۱ نے حدود آرڈیننس کی دفعہ ۳ کو منسوخ کردیا، اب دیگر قوانین سے اختلاف کی صورت میں اسلامی قانون کو نظر انداز کردیا

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ یہ بات ہمارے حلف، آئین، قراردادِ مقاصد اور اسلام کے مخالف ہے]

⑨ زنا کی شرعی سزا صرف نمائشی ہے، متوازی اور متضاد قانون سازی کے بعد اس پر عمل ہونا ممکن نہیں۔[زنا کے بارے میں تین قوانین ہیں اور تینوں کی سزائیں مختلف ہیں۔ حدود آرڈیننس (دفعہ ۵) کی رو سے شادی شدہ زانی سنگسار لیکن تعزیراتِ پاکستان کی بنا پر زیادہ سے زیادہ ۵ سال قید، دونوں میں تضاد ہے، زنا کی دوسری سزا کو ترجیح حاصل ہے]

⑩ کتاب وسنت کی رو سے شرعی سزاؤں میں کسی کو معافی کا اختیار نہیں، صوبائی حکومت اور صدر کا یہ اختیار حاصل کرنا غیر اسلامی ہے۔[ترمیم نمبر ۱۸ نے حدود آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ کی شق ۳ اور ۵ منسوخ کر دی ہے جس کے بعد صدر کو معافی کا اختیار مل گیا ہے۔ زنا بالجبر اور زنا بالرضا کے تعزیراتِ پاکستان میں جانے سے بھی یہ اختیارات مل گئے ہیں]

⑪ زنا کے ثبوت کے لئے پانچ گواہ مقرر کرنا غیر اسلامی جبکہ ملزم کے اعتراف کو بھی نکال دینا غیر اسلامی ہے۔ [ترمیم ۸ میں دفعہ ۲۰۳/الف کی شق ۲ دیکھیں]

⑫ حدزنا آرڈیننس کی طرح حد قذف آرڈیننس کی برتری کا خاتمہ بھی غیر اسلامی ہے۔ [کیونکہ ترمیم نمبر ۲۸ نے حدقذف آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعہ نمبر ۱۹ کو منسوخ کر دیا ہے]

⑬ لعان کی کاروائی مکمل نہ کرنے پر شوہر کی سزا کا خاتمہ بیوی کو معلق چھوڑ دیتا ہے جو صحیح نہیں!

⑭ ''لعان کی صورت میں بیوی کا اعتراف اس پر شرعی حد عائد کر دیتا ہے۔'' اس شق کا خاتمہ خلافِ اسلام ہے۔[ترمیم نمبر ۲۵ جس نے قذف آرڈیننس کی دفعہ ۱۴ کی شق ۳ اور ۴ منسوخ کر دی ہیں] ایسے ہی قانونِ لعان کو قذف آرڈیننس سے خارج کرنا درست نہیں۔

قانون کے اِجرا کا ناقابل عمل طریقہ کار

اگر مذکورہ بالا تمام خلافِ اسلام ترامیم کو درست بھی کر دیا جائے تب بھی تحفظِ خواتین بل میں ان جرائم کی سزا کے طریقہ کار میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں جس کے بعد عملاً معاشرے میں زنا کی روک تھام ناممکن ہوگئی ہے، اس لئے یہ بل ناقابل اصلاح ہے۔ قانون کے اجرا کی بعض تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

زیر نظر بل کے ذریعے تعزیراتِ پاکستان میں مزید ۹ جرائم (۳۶۵ب، ۳۶۷/الف، ۳۷۱/

الف وب، ۳۷۶،۴۹۳/۴۹۳الف، ۴۹۶/الف، ب، ج) کا اضافہ کیا گیا ہے جبکہ حدود آرڈیننس کے محض دو جرائم (زنا آرڈیننس کی دفعہ ۵ اورقذف آرڈیننس کی دفعہ ۷) باقی رکھے گئے ہیں۔گویا کل ۱۱ جرائم ہوئے۔ اب جن جرائم کی سزا دینا مطلوب ہے، اُنہیں تو پولیس کے دائرۂ عمل میں رکھ دیا گیا ہے اور وہ ہیں تعزیراتِ پاکستان کے ۷ جرائم۔ اور جن جرائم کی محض نمائش مقصود ہے یعنی باقی ماندہ ۴ جرائم، اُنہیں پولیس کی ذمہ داری سے نکال لیا گیا ہے۔ اگر معاشرے میں ان کا کوئی ارتکاب کرے تو پولیس کو کوئی اختیار حاصل نہیں کہ اُنہیں روک سکے اور پکڑ کر عدالت میں پیش کرے۔ اگر کسی شہری کو ان پر تکلیف ہے تو وہ بھی اُنہیں روکنے کی بجائے صبح ہونے کا انتظار کرے اور دفتری اوقات میں جا کر عدالتوں میں شکایت درج کرائے۔ اس خصوصی رعایت کے مستحق چار جرائم حسبِ ذیل ہیں جن میں حدود آرڈیننس والے دونوں جرائم بھی شامل ہیں:

① شرعی حد والا جرمِ زنا
② شرعی حد والا جرمِ قذف
③ زنا بالرضا (زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید)
④ زنا بالرضا کی جھوٹی تہمت (ایضاً)

☜ یاد رہے کہ زنا بالجبر کی سزا دینے میں حکومت کو دلچسپی ہے کیونکہ عورت اس میں سزا سے مستثنیٰ ہے، اسلئے اس کو پولیس کی ذمہ داری میں برقرار رکھا گیا ہے اور اس کا مجرم مرد بلا وارنٹ گرفتار بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان تفصیلات کیلئے بل کی ترمیم نمبر ۹ کے جداول ملاحظہ فرمائیں۔

جرائم میں مذکورہ بالا امتیاز کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معمولی جرائم مثلاً پتنگ بازی وغیرہ کی روک تھام وغیرہ تو پولیس کی ذمہ داری رہے گی لیکن زنا بالرضا اور بدکاری کی شرعی سزاؤں وغیرہ سے پولیس کو کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص کو ان جرائم پر تکلیف ہے تو وہ شکایت کنندہ بن کر عدالت کی فیسیں بھرے اور 'جرم کے خاتمے کے لئے' انصاف کا دروازہ کھٹکھٹائے۔

یہاں چند مزید نکات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

① اسلام کی رو سے یہ تمام جرائم 'سنگین معاشرتی جرائم' ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ جرائم کے خاتمے کے لئے کردار ادا کرے لیکن اس بل کے ذریعے ان جرائم پر گرفت کو محض کسی فرد کی شکایت تک محدود کردیا گیا ہے گویا کہ اگر کوئی شکایت نہ کرے تو ان جرائم کے وقوع پر ریاست کو کوئی پریشانی لاحق نہیں۔ یہ تصور صریحاً خلافِ اسلام ہے کیونکہ قرآنِ کریم نے امر

بالمعروف ونہی عن المنکر کو مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ (سورۃ الحج:۴۱)

② عدالتوں کے اوقات تھانوں کے برعکس کافی محدود ہوتے ہیں، ان کو مختلف نوعیت کی تعطیلات بھی ہوتی ہیں، جبکہ مجرمان پہلے ہی جرم کے ارتکاب کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرتے ہیں۔ ایسے ہی تھانوں کے برعکس سیشن عدالتیں ضلع بھر میں ایک ہی ہوتی ہیں، پنجاب کے بعض اضلاع ۱۰۰ میلوں سے بھی زیادہ وسیع ہیں، عدالتوں میں مقدمات کی کثرت بھی اکثر طوالت اور گواہی میں تاخیر کا سبب بن جاتی ہے۔ ان زمینی حقائق کی بنا پر کسی شخص کا میلوں سفر کرکے عدالتوں میں فوری شکایت درج کرانا گویا زنا کے اندراج کو عملاً ناممکن بنانا ہے۔

یوں بھی وقوعہ پر پولیس کا چھاپہ پڑنے سے کئی واقعاتی شہادتیں حاصل ہوجاتی ہیں اور طبی قرائن بھی مل جاتے ہیں، تاخیر کی صورت میں جن کے ضائع ہوجانے کا احتمال ہے۔ پھر وقوعہ پر پہنچنے سے مجرم پکڑنے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ جبکہ وقوعہ انجام پا جانے کے کئی گھنٹوں بعد محض گواہوں کے بیان پر اُسے درست ثابت کرنا اور ملزمان کو قانون کی گرفت میں لانا انتہائی مشکل امر ہے۔

③ ترمیم نمبر ۸ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ''رپورٹ /شکایت کے مرحلے پر ہی مستغیث کے علاوہ چار تحریری حلفیہ گواہیاں بھی جمع کرائی جائیں۔'' قانون کے اجرا کا یہ طریقہ خلافِ اسلام، خلافِ قانون اور خلافِ عقل ہے۔ دورِ نبویؐ کے متعدد واقعات میں زنا کی شکایتیں محض ایک شخص کے کہنے پر درج کی گئیں۔ مثال کے طور پیچھے ذکر کردہ ایک واقعہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دور میں زنا کے واقعہ کی شکایت محض اکیلے میزبان نے درج کرائی تھی۔ (صفحہ نمبر۹)

یہ ترمیم خلافِ قانون اس طرح ہے کہ پاکستان میں اس سے بھی زیادہ سنگین جرائم مثلاً بغاوت یا قتل وغیرہ کے لئے پہلے مرحلہ پر ہی جرم کو مکمل ثابت کرنے کا تقاضا نہیں کیا جاتا، حدود قوانین کے خلاف ہی یہ امتیاز کیوں برتا جارہا ہے؟

اور خلافِ عقل اس لئے کہ ہر جرم کی گواہیاں اس مرحلے پر لی جاتی ہیں جب جرم کا فیصلہ کرکے مجرموں کو سزا سنانا یا بری کرنا مقصود ہو، جبکہ FIR (فرسٹ انفرمیشن رپورٹ) میں تمام گواہیاں ضروری نہیں ہوتیں۔ یہ رپورٹ تو دراصل جرم کے خلاف پولیس کے کام میں

معاونت ہے کیونکہ جرائم کی روک تھام اوراس کی خلاف ورزی کی شکایت کرنا دراصل پولیس ہی کی ذمہ داری ہے۔

④ ترمیم نمبر ۸ کی ذیلی دفعہ ۵ (الف) کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اگر عدالت کا افسر صدارت کنندہ مستغیث اور گواہوں کے حلفیہ بیانات کے باوجود یہ فیصلہ دے کہ کارروائی کے لئے کافی وجہ موجودنہیں ہے تو وہ نالش کو خارج کرسکے گا۔'' اب ترمیم نمبر ۲۱ کو پڑھئے کہ ''عدالت کا افسر صدارت کنندہ مجرم کو بری کرتے ہوئے اگر مطمئن ہو کہ جرمِ قذف مستوجب ِحد کا ارتکاب ہوا ہے تو وہ قذف کا کوئی ثبوت طلب نہیں کرے گا اور حد قذف کے احکامات صادر کرے گا۔''

ان ترامیم سے پتہ چلا کہ چار گواہوں کے بعد بھی زنا کے ملزم کی بریت تو جج کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے اور دوسری طرف مدعی پر از خود قذف کی سزا لاگو ہوجائے گی، اور اس صورت میں مدعی کے خلاف قذف کے کسی ثبوت یا عدالتی کاروائی کی ضرورت نہ ہوگی، محض جج کا ذاتی اطمینان ہی کافی ہوگا۔ ان ترامیم کی رو سے ایک طرف زنا کے ملزمان کو غیر معمولی تحفظ دیا جارہا اور ان کے خلاف رپورٹ کو مشکل تر بنایا جارہا ہے اور دوسری طرف رپورٹ کرانیوالے پر قذف کی سزا لاگو کرنے کے لئے محض جج کا اطمینان کافی سمجھا جارہا ہے۔ اس ترمیم کا مقصد ومدعا واضح ہے، ملزم کو ظالمانہ ترجیح کس بنیاد پر اور رپورٹ کرنے والے کو ہراساں کیونکر کیا جارہا ہے؟ یہ امتیاز اور ترجیح کیا اسلام اور قانون کے تقاضوں کے مطابق ہے؟

⑤ تحفظِ خواتین بل کے آخری پیراگراف کے الفاظ ہیں کہ

''صرف سیشن کورٹ ہی مذکورہ مقدمات میں سماعت کا اختیار رکھتی ہے۔ اور یہ جرائم قابل ضمانت ہیں تاکہ ملزم دورانِ سماعت جیل میں یاسیت کا شکار نہ رہے۔ پولیس کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ وہ مذکورہ مقدمات میں کسی کو گرفتار کرے۔'' (پارلیمنٹ سے منظور شدہ مسودہ قانون)

مزید برآں ترمیم نمبر ۹ میں تمام جرائم کی تفصیلات پر مبنی جدولوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ۱۱ جرائم میں سے یہی آخری چار جرم ایسے ہیں جن میں وارنٹ گرفتاری جاری نہیں کئے جائیں گے بلکہ عدالت اگر چار گواہوں کے باوجود مقدمہ کو قابل سماعت خیال کرتی ہے تو وہ ملزم کو حاضر ہونے کے سمن (اطلاع) بھیجنے پر ہی اکتفا کرے گی۔ (دیکھیں جدول ہشتم ونہم)

www.KitaboSunnat.com

یہاں ملزم اور شکایت کرنے والوں کے مابین بھی عجیب امتیاز برتا جارہا ہے۔ شکایت کرنے والے وقوعہ کے خاتمے کے کئی گھنٹوں بعد، میلوں کا سفر کرکے آخر کار عدالت میں پیش ہونے میں کامیاب ہوہی جاتے ہیں۔ ساتھ میں گواہ بھی ہمراہ لئے پھرتے ہیں اور ان کی تحریری حلفیہ گواہی بھی دلوا لیتے ہیں۔ پھر جج صاحب کے صوابدیدی اختیارات سے بھی بخیر وعافیت بچ نکلتے ہیں اور جج ان پر تہمت کی سزا عائد کرنے کی بجائے بصد رعایت مقدمہ کے اندراج کا حکم دے دیتا ہے۔ تب بھی قانون کو ملزم صاحب کا اس قدر احترام دامن گیر ہے کہ وہ ان کی عدالت میں حاضری یقینی بنانے کے لئے گرفتاری کے احکامات جاری کرنے کی بجائے محض سمن جاری کرنے پر ہی اکتفا کرے۔ اور قابل صد احترام ملزم کی کمالِ عنایت و مہربانی کہ وہ شرافت سے عدالت میں تشریف لے آئے، وگرنہ عام طور پر تو ملزمان عدالتی سمنوں سے بڑا برا سلوک کرتے ہیں اور کئی مہینے ان کی وصولی میں ہی گزر جاتے ہیں۔

ملزم کی حاضری یقینی بنانے کے لئے عدالتیں دوسروں کی ضمانت بھی حاصل کرتی ہیں لیکن زنا کے ملزم کو یہ خصوصی استحقاق بھی حاصل ہے کہ اس سے ذاتی مچلکہ کے ماسوا مزید کسی ضمانت کا تقاضا کرنا بھی غیرقانونی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی بیوقوف یا انتہائی شریف، زنا کا ملزم ہی ہوگا جو قانون کے احترام میں ازخود عدالت میں حاضری دیتا رہے۔

⑥ قانون بنانے والوں کی ذہنی رجحانات کی نشاندہی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ان کی نظر میں زنا بالرضا اور تہمت کی سزائیں بالکل برابر ہیں یعنی زیادہ سے زیادہ ۵ سال قید۔ لیکن اگر جرم کی سزا کے طریقہ کار پر غور کیا جائے تو تہمت کی سزا زیادہ سنگین قرار پاتی ہے کیونکہ جج کے صوابدیدی اختیارات کے تحت بل میں اسے توفی الفور نافذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

> ''تہمت کے ملزم [دراصل شکایت کنندہ اور گواہ] کو اظہارِ وجوہ کا موقع فراہم ہونے کے بعد اگر عدالتی افسر صدارت کنندہ مطمئن ہو کہ اس دفعہ کے تحت جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو اسے [اپنے اطمینان کے ماسوا] مزید ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی اور فی الفور فیصلہ سنانے کے لئے کاروائی عمل میں لائے گا۔'' (ترمیم نمبر ۷ کا آخری پیراگراف)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا کے ملزم کو تو سمن بھیج کر بلایا جائے گا، جہاں اس کے لئے قانون سے بچنے کے مزید امکانات موجود ہیں، لیکن قذف کے مجرم کو اندراجِ مقدمہ میں

ناکامی کے ساتھ ہی سزا کا 'فوری' فیصلہ سنا دیا جائے گا۔

⑦ یاد رہے کہ دیگرے جرائم کے عین برعکس یہ آخری چاروں جرائم قابل ضمانت بھی ہیں اور قابل معافی بھی، اس لئے اگر کوئی ملزم اس قدر 'بدقسمت' ہے کہ آخرکار قانون کی گرفت میں آہی گیا ہے اور اسے زنا بالرضا کے جرم میں ایک دو سال کی قید ہونے والی ہے یا زنا کی شرعی سزا سنگساری یا کوڑوں کا فیصلہ ہوگیا ہے تو قانون بنانے والوں کی اس کی یاسیت اور محرومی کا پورا احساس ہے، اس لئے اس کو ضمانت پر آزاد رکھا جائے اور بامر ضرورت اس کو معاف ہی کردیا جائے۔ اس کے بعد کیا ان جرائم کی سزاؤں میں اگر اصلاح بھی کر دی جائے تو اس نامعقول طریقہ کار کے باعث کسی مجرم کو زنا کی سزا ملنا ممکن ہے۔ البتہ زنا کے ملزمان کو سزا دلواتے دلواتے کئی شکایت کنندگان ضرور تہمت کی سزا پالیں گے۔

⑧ ترمیم نمبر۱۲/الف کی رو سے ان چار جرائم کی سماعت میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ کسی ایک جرم کی کاروائی کو کسی مرحلہ پر دوسرے جرم کے تحت نہ بدلا جائے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص زنا کی شرعی سزا دلوانے کا مقدمہ درج کرانے میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے لیکن بعد ازاں ۴ گواہوں کی بجائے سماعت کے دوران اسے تین گواہ ہی میسر آتے ہیں تو اس بنا پر وہ زنا بالرضا کے مقدمے کی سزا نہیں دلوا سکے گا کیونکہ اس بل کی رو سے اس کی سزا کے لئے صرف دو گواہ بھی کافی ہیں۔ کیا ان ترامیم سے ان چار جرائم کا خاتمہ مقصود ہے یا محض ان کی نمائش؟

طریقہ کار میں رکاوٹوں کی فہرست

① یہ چار جرائم پولیس کے دائرۂ اختیار سے باہر اور کسی شکایت کنندہ کی کوشش پر منحصر ہیں۔
② مقدمہ کے اندراج کے وقت ہی ۲ یا ۴ گواہوں کی حلفیہ عینی گواہی ضروری ہے۔
③ گواہی کے باوجود زنا کے مقدمے کی سماعت کا فیصلہ کرنا جج کی صوابدید پر منحصر ہے۔
④ تہمت کا فیصلہ جج کے صوابدیدی اختیارات میں شامل ہے، جسے 'فوری' عمل میں لایا جائے۔
⑤ ملزم کی حاضری کیلئے سمن بھیجے جائیں جسے یقینی بنانے کیلئے مالی ضمانت وغیرہ لینا درست نہیں!
⑥ یہ جرائم قابل ضمانت ہیں، اگر جرم ثابت ہو بھی جائے تو سزا سے قبل گرفتاری ضروری نہیں۔
⑦ یہ جرائم قابل معافی بھی ہیں۔ یہ ہے تحفظِ حقوقِ نسواں بل کی حقیقت! (حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت

محمد رفیق چودھری
تحقیق واضافہ: کامران طاہر

رجم کی حد...... سنتِ نبویہ کی روشنی میں

اسلام میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے جو کہ حد شرعی ہے ۔اس حد کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں۔اس کے نفاذ کو روکنے کے لیے سفارش کرنا بھی ناپسندیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے شادی شدہ زانی پر رجم یعنی سنگساری کی سزا نافذ فرمائی ہے۔کبھی مجرم کے اعتراف (Confassion) پر اور کبھی چار گواہوں کی شہادت(Witness) دینے پر یہ حد جاری کی گئی۔اب جولوگ اس حد شرعی کو اپنے طور پر یا کسی بیرونی اشارے سے بدلنا یا منسوخ کرنا یا تعزیر میں تبدیل چاہتے ہیں، وہ دراصل اسلامی شریعت کو اپنی خواہشاتِ نفسانی کا کھلونا بنانا چاہتے ہیں۔ان کی یہ آرزو ان شاء اللہ کبھی پوری نہیں ہوگی اور ایسی ہر مذموم کوشش ناکام ہوکر رہے گی۔ کتبِ احادیث سے رجم کرنے کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔اس سلسلے میں ہم پہلے فرامینِ رسول ﷺ اور اس کے بعد فعل رسول ﷺ بیان کرتے ہیں:

➊ اقوالِ رسول اللہ ﷺ

① عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول اللهﷺ «خذوا عني، خذوا عني، خذوا عني فقد جعل الله لهن سبيلا، البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم» (صحیح مسلم:۱۶۹۰)

''مجھ سے حکم لے لو، مجھ سے حکم لے لو، مجھ سے حکم لے لو۔ بدکار عوتوں کے لیے اب اللہ نے راستہ بنا دیا۔(یعنی حکم نازل فرما دیا) اور وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی اور شادی شدہ کو کوڑے اور رجم کی سزا دی جائے گی۔''

www.KitaboSunnat.com

② قال زيد سمعت رسول الله ﷺ يقول: «الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموها البتة» (مسند احمد بشرح احمد الزین:۱۶/۳۴ وقال 'اسنادہ صحیح')

''زید بن ثابت کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ کہتے تھے کہ شادی شدہ مرد☆ اور عورت زنا کا ارتکاب کریں تو اُنہیں لازماً رجم کردو۔''

③ عن عبدالله قال: قال رسول الله ﷺ «لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس والثيب الزاني والمفارق لدينه التارك للجماعة» (صحیح بخاری:۶۸۷۸)

''حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون جائز نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں، دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑنے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔''

④ عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ «لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله إلا في إحدٰى ثلاث: رجل زنىٰ بعد إحصان فإنه يرجم ورجل خرج محاربًا بالله ورسوله فإنه يقتل أو يصلب أو ينفى من الأرض أو يَقتل نفسا فيُقتل بها»

(ابوداود:۴۳۵۳، قال الالبانی: 'صحیح')

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہوجاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرے تو (اس جرم کی پاداش میں) اسے قتل کیا جائے گا یا اسے سولی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کردیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ

☆امام مالکؒ نے الشیخ والشیخة کے معنی الثیب والثیبة کیا ہے۔ (دیکھئے: موطا، کتاب الحدود)

www.KitaboSunnat.com

کسی کو قتل کردے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کردیا جائے گا۔''

⑤ عن أبي أمامة بن سهل قال: كنا مع عثمان وهو مع عثمان وهو محصور في الدار، وكان في الدار مدخل من دخله سمع كلام من على البلاط، فدخله عثمان، فخرج إلينا وهو متغير لونه فقال: إنهم ليتواعدونني بالقتل آنفا، قال: قلنا يكفيكم الله يا أمير المؤمنين قال: ولم يقتلونني؟ سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: كفر بعد إسلام، أو زنا بعد إحصان، أو قتل نفس بغير نفس» فوالله ما زنيت في جاهلية ولا في إسلام قط، ولا أحببتُ أن لي بديني بدلا منذ هداني الله، ولا قتلت نفسا، فبم يقتلونني؟

''حضرت ابوامامہ بن سہلؓ کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے اور اس گھر کا ایک راستہ تھا جس کے اندر کھڑا آدمی مقام بلاط پر کھڑے لوگوں کی بات بآسانی سن سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ وہاں تشریف لائے، ان کے چہرے کا رنگ متغیر تھا، وہ باہر نکلے اور فرمایا: ابھی یہ لوگ مجھے قتل کردینے کی دھمکی دے رہے تھے۔'' ہم نے عرض کیا: ''اے امیرالمؤمنین ان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے۔'' فرمایا: ''یہ لوگ کیوں میرے قتل کے درپے ہیں؟'' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت واقع ہو: وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے یا کسی کو ناحق قتل کردے۔ اللہ کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد، دوسرے یہ کہ میں نے اپنا دین بدلنا بھی کبھی پسند نہیں کیا، جب سے مجھے اللہ نے ہدایت کی توفیق دی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ لوگ کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہیں۔'' (ابوداود:۴۵۰۲، قال الالبانی: 'صحیح')

☜ ان فرامینِ نبویہؐ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ از روے سنت شادی شدہ زانی کے لئے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

❷ فعل رسول اللہ ﷺ

① عن بريدة قال جاء ماعز بن مالك إلى النبي ﷺ فقال يا رسول الله! طهِّرني فقال: «ويحك ارجع فاستغفر الله وتب إليه» قال: فرجع غير بعيد ثم جاء فقال: يا رسول الله! طهرني. فقال رسول الله ﷺ: «ويحك ارجع فاستغفر الله وتُب إليه» قال: فرجع غير بعيد ثم جاء فقال: يا رسول الله! طهرني فقال النبي ﷺ مثل ذلك. حتى إذا كانت الرابعة قال له رسول الله ﷺ: «فيم أُطهِّرك؟» فقال: من الزنا. فسأل رسول الله ﷺ: «أبه جنون؟» فأُخبِر أنه ليس بمجنون فقال: «أشرب خمرا؟» فقام رجل فاستنكهه فلم يجد منه ريح خمر. قال: فقال رسول الله ﷺ: «أزنيتَ؟» فقال نعم. فأمر به فرُجم (صحیح مسلم:۱۶۹۵)

''بریدہؓ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے پاک کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو، چلا جا اور اللہ سے بخشش مانگ اور توبہ کر۔ تھوڑی دور بعد وہ پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے پاک کر دیجئے۔ اللہ کے نبیؐ نے پھر اسی طرح کہا حتیٰ کہ جب چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپؐ نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ اُنہوں نے کہا: زنا سے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ دیوانہ تو نہیں؟ بتایا گیا کہ یہ مجنوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا کیا اس نے شراب پی ہے؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان کو سونگھا تو شراب کی بو نہ پائی، پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے زنا کیا ہے؟ ماعزؓ بولے: ہاں! پس آپؐ کے حکم پر اُنہیں رجم کر دیا گیا۔''

② عن جابر بن عبد الله أن رجلا من أسلم جاء إلى رسول الله ﷺ فاعترف بالزنا فأعرض عنه ثم اعترف عنه، حتى شهد على نفسه أربع شهادات فقال له النبي: «أبك جنون؟» قال: "لا" قال: «أحصنت» قال: "نعم" قال: فأمر به النبي ﷺ فرُجم في المُصلّى، فلمّا أذلقته الحجارة فَرَّ، فأدرك فرُجم حتى مات (ابوداود:۴۴۳۰، قال الالبانی: 'صحیح')

''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اَسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کے سامنے جرمِ زنا کا اعتراف کیا، آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر اقرار کیا اور جب چار دفعہ قسم کھا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو پاگل ہے؟'' اُس نے جواب دیا: 'نہیں' آپؐ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' وہ بولا: 'جی ہاں' پھر نبی ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اسے عیدگاہ کی طرف لے گئے اور رجم کرنے لگے۔ جب اسے پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، لوگوں نے تعاقب کرکے اسے پھر جا لیا اور سنگسار کردیا۔''

③ عن أبي هريرة أنه قال أتى رجل من المسلمين رسول الله ﷺ وهو في المسجد فناداه فقال يا رسول الله! إني زنيت فأعرض عنه فتنحّى تلقاء وجهه. فقال له يارسول الله! إني زنيتُ فأعرض عنه حتى ثنى ذلك عليه أربع مرات. فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاه رسول الله ﷺ فقال: «أبك جنون؟» قال: لا. قال: «فهل أحصنت؟» قال: نعم. فقال رسول الله ﷺ: «اذهبوا به فارجموه» (صحیح مسلم:۱۶۹۱)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس شخص نے آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔'' حضورؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ کہا: ''اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔'' آپؐ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی، پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: ''تو پاگل تو نہیں؟ بولا: 'نہیں!' پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تو شادی شدہ ہے؟ وہ بولا: 'جی ہاں' (میں شادی شدہ ہوں) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لے جاکر سنگسار کردو۔''

④ عن أبي هريرة قال: أتى رجل رسول الله ﷺ وهو في المسجد فناداه فقال يا رسول الله! إني زنيت فأعرض عنه حتى ردَّدَ عليه أربع مرات، فلما شهد على نفسه أربع شهادات، دعاه النبی ﷺ فقال: «أبك جنون؟» قال: لا. قال: «فهل أحصنت؟» قال: نعم. فقال

النبي ﷺ : «اذهبوا به فارجموه» (صحیح بخاری:۶۸۱۵)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپؐ کو آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔'' آپؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی، اس آدمی نے آپ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کرلیا تو نبی ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا: ''کیا تو پاگل ہے؟ وہ بولا: 'نہیں' آپؐ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' جواب ملا: 'جی ہاں' اس کے بعد نبی ﷺ نے حکم دیا: ''لوگو! اسے لے جاکر سنگسار کردو۔''

⑤ جاء ته امرأة من غامد من الأزد فقالت: يا رسول الله! طهرني فقال: «ويحك ارجعي فاستغفري الله وتوبي إليه» فقالت: أراك تريد أن تردّدني كما ردّدت ماعز بن مالك قال: «وما ذاك؟» قالت: إنها حبلى من الزنى فقال: «آنتِ» قالت: نعم فقال لها: «حتى تضعي ما في بطنك» قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت قال: فأتي النبى ﷺ فقال قد وضعت الغامدية فقال: «إذًا لا نرجمها وندع ولدها صغير ليس له من يرضعه» فقام رجل من الأنصار فقال إليَّ رضاعه يا نبي الله . قال: فرَجَمَها (صحیح مسلم:۱۶۹۵)

'' آپؐ کے پاس اَزد قبیلے کی شاخ غامد کی ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے پاک کردیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو، چلی جا اور اللہ سے بخشش طلب کر اور توبہ کر۔ کہنے لگی: آپؐ مجھے ماعز بن مالکؓ کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: تیرا کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگی: میں زنا کی وجہ سے اُمید سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو خود؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا (تو اس وقت تک انتظار کر) جب تک تیرا حمل وضع نہ ہوجائے۔ ایک انصاری صحابیؓ نے اس کی دیکھ بھال کا ذمہ اُٹھایا، جب وضع حمل ہوگیا تو وہ انصاریؓ نبیؐ کے پاس آیا اور غامدیہ کے وضع حمل کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: ہم اسے اس کے بچے کے دودھ پینے کے انتظام کے نہ ہونے کی وجہ سے ابھی رجم نہیں کریں گے۔ ایک

www.KitaboSunnat.com

انصاری صحابیؓ نے کہا: اللہ کے رسول بچے کو دودھ میں پلواؤں گا تب آپؐ نے اس کو رجم کیا۔''

⑥ عن أبي هريرة وزيد بن خالد الجُهني أنهما قال: إن رجلا من الأعراب أتى رسول الله فقال: يا رسول الله ! أنشدك الله الا قضيتَ لي بكتاب الله، فقال الخصم الآخر وهو أفقه منه: نعم، فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لي. فقال رسول الله ﷺ «قُل» قال: إن ابني كان عسيفا على هذا فزنى بامرأته وإني أُخبرت أن على ابني الرجم فافتديت منه بمائة شاة ووليدة. فسألت أهل العلم فأخبروني أنما على ابني جلد مائة وتغريب عام وأن على امرأة هذا الرجم. فقال رسول الله ﷺ:«والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله: الوليدة والغنم ردّ، وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام، واغد يا أنيس إلى امرأ ة هذا، فإن اعترفت فارجمها» قال فغدا عليها فاعترفت فأمربها رسول الله ﷺ فرجمت. (صحیح مسلم:۱۶۹۷،۱۶۹۸)

''حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن خالد جہنیؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور آ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کو اللہ کی قسم کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرما دیں۔ اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا کہنے لگا: ''مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں۔'' آپ نے فرمایا: ''بیان کرو۔'' وہ بولا: ''میرا لڑکا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور وہ اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب ہوگیا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے لڑکے پر رجم کی سزا پڑتی ہے تو میں نے اس کے فدیے کے طور پر اس آدمی کو ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دے دی۔ پھر جب میں نے اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے پر تو سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور اس کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی جبکہ عورت پر رجم کی سزا واجب ہے۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تمہارے درمیان کتابِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ لونڈی اور بکریاں واپس کردی جائیں اور تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لئے جلاوطنی اور اے انیسؓ (ایک انصاری صحابی کا نام

ہے) اس کی عورت کے پاس جاؤ، اگر یہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردینا۔ پھر جب وہ (صحابی) اس عورت کے پاس گئے تو اس نے اعترافِ جرم کرلیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔''

⑦ عن جابر بن عبد الله قال: جاء ت اليهود برجُلٍ وامرأة منهم زنيا، قال: «ائتوني بأعلم رجلين منكم» فأتوه بابنَي صُورِيا، فنشدهما «كيف تجدان أمر هذين في التوراة؟» قالا: نجد في التوراة إذا شهد أربعةٌ، أنهُم رَأوا ذكره في فرجها مثل المِيل في المكْحُلَةِ رُجِمَا، قال: «فما يمنعكما أن ترجموها؟» قالا: ذهب سلطانُنا، فكرهنا القتل، فدعا رسولُ الله ﷺ بالشهود فجاءوا بأربعة فشهدوا أنهم رأوا ذكره في فرجها مثل الميل في المكحلة، فأمر النبي ﷺ برجمها.

(سنن ابو داود: ۴۴۵۲، قال الالبانی: 'صحیح')

''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کو جنہوں نے زنا کیا تھا، یہودی لوگ نبی ﷺ کے پاس لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے لوگوں میں سے دو زیادہ جاننے والے میرے پاس لاؤ۔ وہ صوریا کے دونوں بیٹوں کو لے آئے۔ آپؐ نے ان دونوں کو قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم پاتے ہیں کہ جب چار گواہ گواہی دیں کہ اُنہوں نے مرد اور عورت کے زنا کو اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں تو وہ رجم کیے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تم لوگ ان دونوں کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ وہ بولے: ہماری حکومت نہیں رہی، اس لیے ہمیں کسی کو قتل کرنا برا معلوم ہوتا ہے۔ پھر نبیؐ نے چار گواہ طلب کیے تو وہ چار (عینی) گواہ لے آئے جنہوں نے مرد اور عورت کو اس طرح زنا کرتے دیکھا جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، پھر آپ کے حکم سے ان دونوں کو رجم کیا گیا۔''

☜ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زنا کے وقوعہ کے چار گواہ ملنے ناممکن ہیں، جبکہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ خود دورِ نبوی کے بعض واقعات میں چار عینی گواہ میسر آئے تھے۔

⑧ عن خالد بن اللجاج حدثه أن اللجاج أباه أخبره أنه كان قاعدا يعتمل

www.KitaboSunnat.com

في السوق فمرت امرأة تحمل صبيا فثار الناس معها وثرت فيمن ثار وانتهيت إلى النبي ﷺ وهو يقول: «من أبو هذا معك؟» فسكتت فقال شاب حذوها: أنا أبوه يا رسول الله! فأقبل عليها فقال: «من أبو هذا معك؟» فقال الفتى أنا أبوه يا رسول الله! فنظر رسول الله ﷺ إلى بعض من حوله يسألهم عنه، فقالوا: ما علمنا إلا خيرا. فقال له النبي ﷺ «أحصنت؟» قال نعم، فأمر به فرُجم (ابوداود:۴۴۳۵، مسند احمد:۳/۴۷۹، قال الألباني وحمزة الزين حسن الإسناد، انظر: صحیح ابوداود:۳۷۴۸ وتحقیق مسند احمد:۱۲/۳۷۸)

''خالد بن لجاج ، لجاجؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بازار میں بیٹھے کام کر رہے تھے، اسی اثنا میں ایک عورت بچہ اٹھائے اُدھر آ نکلی۔ لوگ اس کی طرف لپکے۔ میں بھی اس طرف چلا گیا جب نبیؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ اس سے پوچھ رہے تھے:اس بچے کا باپ کون ہے؟ تو وہ خاموش تھی۔ ایک نوجوان جو اس کے برابر کھڑا تھا، کہنے لگا: اللہ کے رسول میں اس کا باپ ہوں۔ آپؐ عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھنے لگے: اس کا باپ کون ہے؟ وہی نوجوان کہنے لگا: اللہ کے رسول میں اس کا باپ ہوں۔آپؐ نے اردگرد کے بعض لوگوں سے اس نوجوان کے متعلق استفسار کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ ہمارے علم کے مطابق تو یہ آدمی اچھا ہے پھر آپؐ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم شادی شدہ ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؐ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا۔''

ان تمام احادیث کی روشنی میں جو علم حدیث کی اصطلاح میں 'متواتر معنوی' کا درجہ رکھتی ہیں، یہ امر بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ سنت ِمطہرہ نے محصن زانی کے لئے رجم کی سزا مقرر کی ہے اور حضور ﷺ نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالت ِاحصان کو من جملہ ان شرائط کے پیش نظر رکھا ہے جن کے ثبوت کے بعد آپؐ نے حد رجم کا نفاذ فرمایا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمہ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے کسی ملزم کی 'غنڈہ گردی' پر رجم کی سزا آیت ِحرابہ کے تحت نافذ کی ہو اور نہ ایسی کوئی حدیث ملتی ہے جس میں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے 'غنڈہ' ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی جس

www.KitaboSunnat.com

میں رسول اللہ ﷺ نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سوکوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ شادی شدہ زانی کیلئے حد رجم سنت کی نص سے ثابت ہے۔

قرآنِ مجید میں اس کا واضح ذکر نہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حد شرعی نہیں ہے بلکہ اس حد کا انکار باطل اور گمراہی ہے۔

❸ حدِ رجم کے بارے میں خلفاے راشدین کا طرزِ عمل

خلافتِ راشدہ کے دورِ مسعود میں بھی عہدِ نبویؐ کے سنت کے مطابق زنا کے بارے میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا فرق ملحوظ رکھا گیا اور کنوارے یا شادی شدہ کی اس تفریق کو ایک سنتِ رسول ﷺ کی حیثیت سے تسلیم کرکے محصن زانی پر حدِ رجم نافذ کی گئی۔ ذیل میں ہم اس سلسلے میں چند شواہد پیش کرتے ہیں:

① عن ابن عباس قال: خطب عمر بن الخطاب، فحمدالله تعالىٰ وأثنى عليه فذكر الرجم، فقال: "لا تخدعن عنه، فإنه حد من حدود الله تعالى ألا إن رسول الله ﷺ قد رجم ورجمنا بعده. ولو لا أن يقول قائلون زاد عمر في كتاب الله عزوجل ما ليس منه لكتبته في ناحية المصحف" (مسند احمد بن حنبل مع شرح احمد محمد شاکر: ۲۳۲/۱، طبع مصر ۱۳۶۸ھ، اسنادہ صحیح)

''حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ دیا جس میں پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور پھر رجم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! تمہیں اس کے بارے میں دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ آگاہ رہو کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی بعد میں رجم کیا اور اگر لوگوں کے لئے یہ کہنے کا موقع نہ ہوتا کہ عمرؓ نے خداے عزوجل کی کتاب میں اضافہ کردیا ہے تو میں ضرور اس (رجم) کو قرآن کے حاشئے میں درج کردیتا۔''

② عن ابن عباس قال: قال عمر:"لقد خشيت أن يطول بالناس زمان حتى يقول قائل: لا نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك الفريضة أنزلها الله، ألا وإن الرجم حق على من زنىٰ وقد أحصن إذا قامت

البينة أو كان الحمل أو الاعتراف...... ألا وقد رجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده“ (بخاری:۶۸۲۹)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”مجھے یہ اندیشہ ہے کہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بعض لوگ یہ کہیں گے کہ ”ہمیں تو اللہ کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں ملتا۔“ یوں وہ اللہ کے ایک نازل کردہ فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے۔ خبردار! رجم کی سزا واجب ہے اُس شخص پر جو شادی شدہ ہونے کے بعد مرتکبِ زنا ہو بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہو یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو یا (جرم کا) اعتراف موجود ہو...... آگاہ رہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حدِ رجم نافذ فرمائی اور ان کے بعد ہم نے بھی حدِ رجم کو جاری کیا۔“

③ سلمة بن كهيل قال سمعت الشعبي يحدث عن علي حين رجم المرأة يوم الجمعة وقال: قد رجمتها بسنة رسول الله ﷺ (بخاری:۶۸۱۲)

”سلمہ بن کہیلؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بات سُنی کہ جب اُنہوں نے جمعہ کے روز ایک زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی تو فرمایا: ”میں نے اس عورت کو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق رجم کیا۔“

④ قال عمر بن عبد العزيز...أن النبي ﷺ رجم ورجم خلفاؤه بعده والمسلمون (المغنی لابن قدامہ:۹/۳۱۰، بہ تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن وغیرہ، طبع مصر)

”عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ”بلا شبہ نبی ﷺ نے حد رجم نافذ کی اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفا اور دوسرے مسلمان حکمرانوں نے بھی رجم کی حد نافذ کی۔“

⑤ قال الجمهور أن رسول الله ﷺ قد رجم ... وقد رجم الخلفاء الراشدون بعد النبي ﷺ وصرحوا بأن الرجم حد

”جمہور کا کہنا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے رجم کی حد جاری فرمائی اور آپؐ کے بعد خلفاے راشدینؓ نے بھی رجم کی حد جاری کی اور انہوں نے رجم کے حدِ شرعی ہونے کی صراحت کی۔“ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۵/۶۹)

☜ ان تمام شواہد اور حوالوں سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ خلافت راشدہؓ کے دورِ مبارک میں بھی شادی شدہ محصن زانی کے لئے حدِ رجم کی سزا نافذ رہی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی

حیض اور عدت کا شمار؟ ✴ شدید ڈپریشن میں طلاق؟

حیض کے خاتمے پر، غسل سے قبل مباشرت کرنا؟

❁ سوال: سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۲ یہ ہے: ﴿وَلاَ تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ یعنی حیض سے پاک ہوجانے کے بعد وطی کی اجازت دی گئی ہے۔ اس آیت کی رو سے کیا غسل کے بغیر مباشرت حرام ہے، جیسا کہ اکثر اسلاف اسی کے قائل ہیں یا پاک ہونے کا مطلب محض خونِ حیض کا بند ہوجانا ہے، اگرچہ عورت نے غسل نہ بھی کیا ہو؟ (حافظ عبداللہ سلفی، ملتان روڈ، لاہور)

جواب: جمہور اہل علم کا مسلک یہی ہے کہ انقطاعِ حیض کے بعد غسل سے فراغت کے بعد ہی بیوی سے وطی حلال ہوتی ہے۔ تاہم بعض سلف نے بایں صورت مخصوص مقام کو دھونے یا وضو وغیرہ کی صورت میں بھی وطی حلال قرار دی ہے۔ فقیہ ابن قدامہ نے المغنی (۱/۴۲۰) میں قرآنی الفاظ ﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ کی تفسیر ابن عباسؓ سے یوں نقل کی ہے: يعني إذا اغتسلن ''جب عورت غسل کرلے۔'' اگرچہ حافظ ابن حزمؒ نے المُحلّٰی (۱/۳۵۷،۳۵۶) میں دوسرا مسلک اختیار کیا ہے اور علامہ البانیؒ نے بھی آداب الزفاف (صفحہ ۴۸) میں اسی مسلک کو دلائل سے قریب تر قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک جمہور کا مسلک راجح ہے۔ احادیث فاطمہ بنتِ ابی حبیش وغیرہ جو اس بارے میں صریح ہیں، سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔ دوسرا مذہب اضطراری حالت پر محمول ہوگا۔ واللہ تعالىٰ أعلم بالصواب

اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول کہ دس روز سے پہلے اگر عورت حیض سے پاک ہوجائے تو غسل کے بعد وطی کا جواز ہے اور اگر دس روز کے بعد فارغ ہو تو بلا غسل بھی وطی جائز ہے، حافظ ابن حزمؒ اور مفسر قرطبیؒ نے اس کو بلا دلیل قرار دیا ہے جس کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

کیا حیض ختم ہوجانے کے باوجود غسل کرنے تک عدت برقرار رہتی ہے؟

❁ **سوال:** کیا خون حیض بند ہونے کے بعد جب تک عورت غسل نہ کرلے، عدت پوری نہیں ہوتی اور خاوند کو رجوع کا حق رہتا ہے، اگرچہ کئی سال تک وہ غسل نہ کرے؟ کیا حنابلہ کا یہ موقف صحیح ہے یا حیض ختم ہوتے ہی غسل کئے بغیر ہی حق رجوع جاتا رہتا ہے؟

جواب: کیا اس بارے میں فقیہ ابن قدامہؒ نے المغنی (۲۰۴/۱) میں ابن حامد سے دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ ایک یہی جس کا ذکر سوال میں ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ انقطاعِ دم سے ہی عدت پوری ہوجاتی ہے۔ اُنہوں نے پہلی روایت کو اختیار کیا ہے کیونکہ اکابر صحابہؓ کا مسلک یہی ہے، لیکن ترجیح دوسری روایت کو معلوم ہوتی ہے کیونکہ نصِ قرآنی کے مطابق تین قروؤ مکمل ہوچکے ہیں، اسی لئے تو غسل واجب ہوا ہے اور نماز روزہ بھی واجب ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

قُرُوْء سے مراد حیض ہے یا طہر؟

❁ **سوال:** سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۸ میں قروء سے مراد حیض ہے یا طہر؟ حنفیہ و حنابلہ نیز مالکیہ کے نزدیک بھی راجح قول یہی ہے کہ یہاں قروؤ سے مراد حیض ہے۔ خلفاے راشدینؓ اور حضرت ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں۔

جواب: اس بارے میں سلف کا اختلاف ہے کہ یہاں قروؤ سے مراد حیض ہے یا طہر؟ صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ قروؤ بمعنی طہر ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ جبکہ دوسری طرف خلفاے اربعہؓ اور کثیر تعداد صحابہؓ اور تابعینؒ کا یہ قول ہے کہ قروؤ سے مراد حیض ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اکابر صحابہؓ اسی کے قائل ہیں کہ قروؤ بمعنی حیض ہے۔ لغوی طور پر لفظ قروؤ مشترک المعنی ہے اور علماے لسان عرب اور فقہاے عظام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قروؤ کے معنی حیض اور طہر دونوں ہیں۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آیتِ قرآنی میں قروؤ سے مراد حیض ہے، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا تھا: «دعي الصلوٰۃ أیام اِقرائك» (دارقطنی: رقم ۸۳۴) یعنی ''ایامِ حیض میں نماز ترک کردیا کرو۔'' اس سے یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ یہاں قروؤ سے مراد حیض ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الشرح

www.KitaboSunnat.com

المُقنع علی زاد المستقنع:۱۰/۲۶۱ اور نیل الأوطار :۶/۳۰۸

عدت کے خاتمے کے لئے حیض کا کس قدر خون آنا ضروری ہے؟

❁ سوال: عدت کے سلسلے میں حیض قرار دینے اور عدت میں شمار کرنے کے لئے کس قدر خون آنا ضروری ہے؟ یادرہے مالکیہ کے نزدیک جب تک خون دن یا رات کے کسی قدر حصے میں نہ آئے اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک جب تک خون ایک دن اور ایک رات یعنی ۲۴ گھنٹے تک نہ رہے، اسے عدت کے معاملے میں حیض قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جواب: واضح ہو کہ کم از کم حیض کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں۔لہٰذا سرخی مائل سیاہ خون حیض کا ہی خون ہے، چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ عدت میں مؤثر ہوگا، اگرچہ فقہا کے مذاہب مختلف ہیں۔صحت کے قریب بات وہی ہے جو پہلے ہم نے ذکر کردی ہے۔ واللہ اعلم

حیض یا طہر کے آغاز میں دی جانے والی طلاق پر عدت

❁ سوال: حیض جاری ہوئے لحظہ ہی ہوا تھا کہ مرد نے طلاق دے دی۔ یہ حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا، جیسا کہ المغنی کے متن میں ہے:

فعدتها ثلاث حيض غير الحيضة التي طلقها فيها (۱۱/۱۹۷)

''عورت کی عدت تین حیض ہے، ماسوائے اس حیض کے جس میں اسے طلاق دی گئی۔''

❁ سوال: ایک آدمی نے طہر میں طلاق دی اور چند منٹ بعد ہی حیض جاری ہوگیا تو یہ طہر عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب: راجح مسلک کے مطابق عدت کا شمار حیض سے ہے، نہ کہ طہر سے اور جن لوگوں کے نزدیک عدت کا شمار طہر سے ہے، ان کے ہاں اس طہر کا شمار ہونا چاہئے۔

حیض کی بے قاعدگی کی صورت میں عدت کا شمار؟

❁ سوال: جس عورت کو وقفے وقفے سے کئی ماہ تک مسلسل خون جاری رہے اور ایامِ حیض کی مدت مقرر کرنا محال ہوجائے، وہ کتنے ماہ تک عدت میں رہے گی؟ ایسے ہی اگر عادتِ حیض

بے قاعدہ ہو تو اس کی عدت کتنے ماہ خیال کی جائے؟

جواب: ایسی عورت تین ماہ تک عدت میں رہے گی۔سنن ابن ماجہ میں حمنہ بنت جحش کی حدیث سے یہ مسئلہ ماخوذ ہے۔ باب ماجاء في البكر إذا ابتدئت مستحاضة أوكان لها أيام حيض فنَسِيتْها . اس بارے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں: اوّل الذکر کے مطابق یہی تین ماہ اور دوسری روایت میں ایسی عورت ایک سال عدت گزارے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المغنی: ۲۱۹/۱۱)

❁ سوال: اگر مندرجہ بالا کیفیت عادت والی عورت کی ہوجائے تو کیا وہ پرانی عادت کے مطابق عدت پوری کرے؟ (حافظ عبداللہ سلفی، مدرّس مدرسہ التوحید، لاہور)

جواب: ایسی عورت سابقہ عادت کے مطابق عدت گزارے۔حدیثِ اُمّ سلمہ میں ہے:

دعي قدر الأيام والليالی التي كنتِ تحيضين (سنن ابن ماجہ: رقم ۶۱۵)

تین طلاقوں کے بعد رجوع؟

❁ سوال: محمد رمضان نے اپنی حاملہ بیوی کو پہلی طلاق ۲۸ مئی ۲۰۰۴ء کو دی، پھر ۳/ جون ۲۰۰۴ء کو رجوع کرلیا۔ پھرلڑائی کی وجہ سے دوسری طلاق ۲/ جولائی ۲۰۰۴ء کو اور تیسری طلاق ۲۵/ جولائی ۲۰۰۴ء کو دے دی ۔ بعدازاں ۱۸/ نومبر ۲۰۰۴ء کو بیوی گھر واپس آ گئی اور محمد رمضان نے دوبارہ نکاح کرکے رجوع کرلیا جبکہ بچے کی پیدائش ابھی تک نہیں ہوئی تھی، کیا یہ رجوع درست ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: بالا صورت میں دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں کیونکہ تین طلاقیں مختلف اوقات میں واقع ہوچکی ہیں۔ حدیثِ رکانہ بن عبدِ یزید اخو بنی مطلب کے قصہ سے یہ بات مترشح ہے کہ اختلافِ مجلس مؤثر ہے، لہٰذا اس شخص کو چاہیے کہ فوراً اس عورت سے علیحدگی اختیار کرلے۔

شدید ڈیپریشن و بیماری میں دی جانیوالی طلاق

❁ سوال: میں نے ۱۹۹۳ء میں اپنی بیوی کو لڑائی جھگڑے کی وجہ سے ایک ہی وقت میں زبانی طور پر تین طلاقیں دے دیں اور پھر تقریباً تین ماہ بعد ایک عالم کے فتویٰ کی بنا پر بیوی سے رجوع کرلیا پھر اپریل ۲۰۰۶ء میں (جبکہ میں جسمانی طور پر بہت بیمار، بلڈ پریشر، دل

www.KitaboSunnat.com

عارضے اور شدید ڈیپریشن کی وجہ سے بہت زیادہ ہائی پوٹینسی کی گولیاں استعمال کرتا ہوں) ہمارا جھگڑا ہوا اور میری بیوی، بچوں نے بہت زیادہ پریشان کیا اور کچھ میں شدید ڈیپریشن کا شکار تھا اور دوائی بھی لی ہوئی تھی اور اس حالت میں میری ذہنی حالت بہت زیادہ متاثر تھی۔ میں نے اپنے بیوی کو اپنے خیال میں دوسری طلاق دی، لیکن میری بیوی اور بچے جو اس وقت سامنے موجود تھے، کہتے ہیں کہ میں نے طلاق نہیں دی تھی، صرف بستر الگ کرنے کا کہا تھا جبکہ بیوی کہتی ہے کہ میں نے دوسرے دن صبح کچن میں اسے طلاق دی تھی اور مجھے اس کا بالکل یاد نہیں کہ میں نے طلاق دی تھی۔ میری بیوی بھی مائیگرین (سردرد) کی دائمی مریضہ ہے۔ میری حالت بیماری اور زیادہ ادویات کے استعمال سے اس طرح کی ہوچکی ہے کہ میری یادداشت بہت کمزور ہوچکی ہے اور بعض اوقات ہاتھ میں پکڑی چیز گر جاتی ہے۔ میری بیوی نے کہا کہ تم نے طلاق دی تھی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے، اگر میں نے طلاق دی تھی تو میں رجوع کرتا ہوں۔ پھر ہم نے نو دس دن بعد رجوع کرلیا۔ لیکن پھر ۱۹ جون ۲۰۰۶ء میں جبکہ بیوی پاکستان گئی ہوئی تھی، ہماری فون پر آپس میں تو تکار ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ رکھا تھا کہ تم نے اگر میری بات نہ مانی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا اور پھر میں نے اپنی بیوی کو فون پر طلاق دے دی اور میری ذہنی حالت بیماری کی وجہ سے بہت متاثر تھی اور ادویات کا بھی اثر تھا۔ میری اس صورتِ حال میں شریعتِ مطہرہ میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ (معروف حسن احمد، مانچسٹر)

جواب: صورتِ سوال سے ظاہر ہے کہ دوسری طلاق کے وقت شوہر کا ذہنی توازن درست نہ تھا، ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوئی۔ صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب میں حضرت عثمانؓ سے منقول ہے: ليس لمجنون و لا لسكران طلاق ''دیوانے اور نشئی کی طلاق قابل اعتبار نہیں۔'' اور ابن عباسؓ نے کہا کہ طلاق السكران والمستكره ليس بجائز ''نشئی اور مجبور شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔''

الغرض جب شدتِ مرض کی بنا پر آدمی کے ہوش حواس قائم نہ ہوں تو طلاق شمار نہیں ہوگی۔ عقل وشعور کی مضبوطی کی صورت میں ہی طلاق واقع ہوتی ہے جبکہ محل بحث میں معاملہ برعکس ہے۔ اور تیسری طلاق کا معاملہ بھی دوسری طلاق سے مختلف نظر نہیں آتا، البتہ اگر اس کا وقوع عقل وشعور سے ہوا ہے تو پھر شمار ہوگی، بہرصورت رجوع کی گنجائش موجود ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد رمضان سلفی

تحقیق و تنقید

دوسری قسط

طلاقِ ثلاثہ کو 'تین' ثابت کرنیوالوں کے دلائل کا جائزہ

حنفیہ کے ہاں طلاق کی اقسام: ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے دلائل کا جائزہ لینے سے قبل حنفی مذہب میں طلاق کی اقسام کو سمجھ لینا مناسب ہے، تاکہ آنے والے دلائل کی مراد سمجھنے میں آسانی رہے۔ حنفیہ کے ہاں طلاق کی تین اقسام ہیں:

① احسن   ② حسن   ③ بدعی

① احسن طلاق سے مراد یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دے جس میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو۔ اور طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے تک اس کو چھوڑے رکھے، طلاق کی یہ احسن صورت ہے۔

② حسن طلاق سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا عورت کو تین طہروں میں وقفے وقفے سے طلاق دے، یعنی ایک طہر میں پہلی طلاق دے، دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ یہ طلاق کی حسن صورت ہے۔

③ طلاقِ بدعت یہ ہے کہ یکبار اسے تین طلاق دے دے یا ایک طہر میں تین طلاق دے دے۔ طلاق کی یہ صورت بدعت ہے اور سنت کے خلاف ہے۔ (الهداية: ص ۳۷۳)

اب ہم ان دلائل کا جائزہ لیتے ہیں جو طلاقِ ثلاثہ کے واقع ہونے پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں طلاقِ ثلاثہ کی روایات کو طلاقِ بدعت پر محمول کرنے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے جسے خود حنفی مذہب میں بھی بدعت کہا گیا ہے۔ اس کے برعکس اگر ان روایات کو طلاق حسن پر محمول کیا جائے تو کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کو تین قرار دینے والوں کے دلائل کی حقیقت

① سب سے پہلے قرآن کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرۃ:۲۳۰)

اوراس سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ یہاں حرف 'فا' ہے جو اکثر تعقیب بلامہلت کے لئے آتا ہے۔ جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ دو کے بعد اگر کسی نادان نے تیسری طلاق بھی فی الفور دے دی تو اب اس کی بیوی اس کے لئے حلال نہیں ہے جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ایک ہی مجلس اور ایک ہی جگہ میں تین طلاقیں دی جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کی تفسیر میں دفعتہً تین طلاقیں دینا بھی داخل ہے۔ (ماہنامہ 'الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۸)

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت سے قبل آنے والی آیت ِکریمہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ:۲۲۹) میں دوطلاقوں سے مراد کون سی طلاق ہے؟ جب ان دو طلاقوں سے مراد رجعی طلاقیں ہیں جو وقفے وقفے سے دی جاتی ہیں، یکبارگی نہیں تو اس پر مرتب ہونے والی تیسری طلاق جو اس آیت میں ذکر ہوئی ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ سے بھی وہ تیسری طلاق مراد ہوگی جو دوسری طلاق کے بعد فی الفور نہیں بلکہ وقفہ کے بعد تیسرے طہر میں دی گئی ہو۔ جب یہ آیاتِ کریمہ وقفے وقفے سے تین طہروں میں دی جانے والی طلاقوں کے حکم کو بیان کرنے کے لئے ہیں تو اس میں دفعتہً / یکبار تین طلاقیں دینا داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک ہی آیت ِکریمہ دو متضاد مفاہیم کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ باقی رہا یہ کہنا کہ یہاں حرف 'فا' ہے جو تعقیب بلامہلت کے لئے آتا ہے تو اس کا جواب مضمون کے سابقہ حصہ میں تفصیل سے ذکر ہوچکا ہے۔

④ ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے قائلین دوسری دلیل کے طور پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، سو اس نے کسی اور مرد سے نکاح کیا اور اس نے ہم بستری سے پہلے اسے طلاق دے دی۔ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا: کیا وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے ہم بستری نہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے اور لطف اندوز نہ ہوجائے۔'' (بخاری:۲/۷۹۱،مسلم:۱/۴۶۳، السنن الکبریٰ:۷/۳۳۴)

مضمون نگار لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں ''طلَّق امرأته ثلاثًا'' کے جملہ کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ اور حافظ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ ظاہراً اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعتہً دی گئی تھیں۔'' (ماہنامہ الشریعہ، جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۸)

یہ حدیث دراصل رفاعہ قرظیؓ کی حدیث کا اختصار ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اسے رفاعہ قرظیؓ کی مفصل حدیث کے بعد ذکر کیا ہے اور حضرت رفاعہؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی اور دفعتہً نہیں دی تھیں بلکہ متفرق طور پر وقفے وقفے سے تین طلاقیں دی تھیں اور اسی کے لئے اس حدیث میں ثلاثًا کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ امام بخاریؒ کتاب اللباس میں جب اس حدیث کو لائے ہیں تو وہاں وضاحت موجود ہے کہ حضرت رفاعہؓ نے یکے بعد دیگرے وقفہ کے ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

عن عائشة أن رفاعة القرظي طلَّق امرأته فبَتَّ طلاقها فتزوجها بعده عبدالرحمٰن بن الزبير فجاءت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله! إنها كانت عند رفاعة فطلَّقها آخر ثلث تطليقات...» (صحیح بخاری: جلد۲/ص۸۹۹)

یہاں ''فطلقها آخر ثلث تطليقات'' کے الفاظ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رفاعہؓ نے تین طلاقیں وقفے وقفے سے دی تھیں، پہلے دو طلاقیں دی جاچکی تھیں اور اب تیسری طلاق بھی دے دی جو آخری ہے اور اسی کو بتة طلاق کہا گیا ہے اور آخر ثلث تطلیقات کے یہ الفاظ صحیح مسلم (حدیث ۱۴،۱۳،۳۵۱۲) اور سنن کبریٰ از بیہقی (جلد۷/ص۳۷۴) پر بھی اس حدیث میں موجود ہیں جو تین طلاق کے متفرق طور پر دیئے جانے کی واضح دلیل ہیں اور اگر اس حدیث کو رفاعہؓ کی حدیث کا اختصار نہ بھی مانا جائے تب بھی اس میں آنے والے ثلاثًا کے لفظ کو طلاقِ بدعت پر نہیں بلکہ طلاقِ حسن پر محمول کرنا چاہئے، کیونکہ جدا جدا دی ہوئی تین طلاقوں کے لئے لفظ ثلاثا کا استعمال قرآن وسنت اور لغت وعرف ہر اعتبار سے درست ہے اور اس حدیث میں اکٹھی تین طلاقیں دینے کا کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ امام ابن قیم جوزیہؒ فرماتے ہیں:

"ليس فيه أنه طلّقها ثلاثا بفم واحد فلا تدخلوا فيه ما ليس فيه"

''حدیثِ عائشہؓ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس نے یکبار اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں، لہٰذا جس چیز کا حدیث میں ذکر نہیں، اسے اس میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔'' (إغاثة اللهفان: ۳۱۳/۱)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث سے اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کو باطل قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ۴۶۸/۹)

③ ان حضرات کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے کہ ''حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کے بعد اس کو تین طلاقیں دے دیتا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں ہے، جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے جس طرح کہ پہلا خاوند اس سے لطف اُٹھا چکا ہے۔ (مسلم: ۴۶۳/۱) اس حدیث میں بھی لفظ ثلاثا بظاہر اسی کا مقتضی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دفعۃً دی گئی ہوں۔'' ('الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء: ص ۲۸)

میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں ثلاثًا کے لفظ سے تین طلاقیں اکٹھی دینا مراد ہوتا تو حدیثِ مذکور میں اس کے ساتھ جمیعًا کا لفظ بھی ذکر ہوتا، جیسا کہ محمود بن لبید کی حدیث میں جمیعًا کا لفظ ذکر کرکے تین طلاق کے اکٹھی اور دفعۃً ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔ اس حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"عن محمود بن لبيد قال: أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلّق امرأته ثلاث تطليقات جميعًا فقام غضبانًا، ثم قال أيُلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم حتى قام رجل وقال: يا رسول الله، ألا أقتله" (سنن نسائی: ج۲/ص ۴۶۸)

''حضرت محمود بن لبید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو آپؐ غصہ کی حالت میں اُٹھے اور فرمایا: کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔''

دیکھئے، جس آدمی نے تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں، اسے ذکر کرتے ہوئے ثلاث کے لفظ کے ساتھ جمیعًا کا لفظ بھی ذکر ہوا ہے۔ جبکہ حضرت عائشہؓ کی حدیثِ مذکور میں ایسا کوئی لفظ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ لہٰذا اس میں لفظ ثلاثا کو دفعتہً اکٹھی تین طلاق پر محمول کرنا تحکم اور سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں۔ بنا بریں اس میں ثلاثا کے لفظ سے وہی طلاق مراد ہے جو مباح اور حسن ہے اور جو وقفے وقفے سے تین طہروں میں دی جاتی ہے۔

④ تین طلاق کو تین قرار دینے والوں کی طرف سے محمود بن لبید کی وہی حدیث پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ بمع ترجمہ ابھی ذکر ہوئے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''اس صحیح روایت سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ دفعتاً تین طلاقیں دینا پسندیدہ امر نہیں ورنہ جناب رسول اکرم ﷺ نہ تو اس پر سخت ناراض ہوتے اور نہ ہی یہ ارشاد فرماتے کہ میری موجودگی میں اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے۔ البتہ آپؐ نے باوجود ناراضگی کے ان تینوں کو اس پر نافذ کردیا۔'' (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء)

یہ بالکل غلط بات ہے کہ ایک کام پر رسول اللہ ﷺ سخت ناراض ہوں حتیٰ کہ ایک آدمی ایسے طلاق دہندہ کو قتل کرنے کی اجازت مانگے اور پھر وہ تین طلاقیں نافذ بھی کردی جائیں، یہ نہیں ہوسکتا، ورنہ اس پر آپؐ کا ناراض ہونا بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کسی کام پر سخت ناراض ہوئے ہوں اور اسے کتاب اللہ کے ساتھ مذاق قرار دیا ہو اور پھر اسے نافذ بھی کردیا ہو، امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”وكيف يظن برسول الله ﷺ أنه أجاز عمل من استهزأ بكتاب الله وصححه و اعتبره في شرعه وحكمه ونفذه وقد جعله مستهزءًا بكتاب الله تعالىٰ“ (إغاثة اللهفان :۱/۳۱۵)

''رسول اکرم ﷺ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کتاب اللہ کا مذاق اُڑانے والے شخص کے کام کو جائز اور صحیح بنا دیں یا شریعت میں اس کا اعتبار کرتے ہوئے اسے نافذ کردیں جبکہ آپؐ نے اسے کتاب اللہ کا مذاق اُڑانے والا کہا ہے تو اب اس کی دی ہوئی طلاقوں کا اعتبار کیونکر ہوسکتا ہے؟''

⑤ ان کی پانچویں دلیل حضرت سہل بن سعدؓ کی یہ روایت ہے کہ حضرت عویمرؓ نے آپؐ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور آپؐ نے ان کو نافذ کردیا۔ (سنن ابوداوٗد)

www.KitaboSunnat.com

''اگر دفعۃً تین طلاقیں حرام ہوتیں اور تین کا شرعاً اعتبار نہ ہوتا اور تین طلاقیں ایک تصور کی جاتیں تو آپؐ ضرور اس کا حکم ارشاد فرماتے اور کسی طرح خاموشی اختیار نہ فرماتے۔''

(ماہنامہ 'الشریعہ': جولائی ۲۰۰۶ء)

حضرت عویمرؓ کا یہ واقعہ طلاق ثلاثہ کی بجائے دراصل لعان کا واقعہ ہے اور حدیثِ لعان سے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر استدلال کرنا انتہائی کمزور دلیل ہے کیونکہ لعان کرنے سے میاں اور بیوی کے درمیان ہمیشہ کے لئے جدائی اور علیحدگی واقع ہوجاتی ہے کہ جس کے بعد وہ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ حدیث نبویؐ کے الفاظ: ثم لا يجتمعان أبدا (لعان کے بعد وہ کبھی بھی اکٹھے نہیں ہوسکتے) اسی کی تائید کرتے ہیں، لہٰذا لعان کے بعد حضرت عویمرؓ کا اس عورت کو طلاق دینا ایسے ہی لغو (رائیگاں) تھا جیسے راہ چلتی کسی اجنبی عورت کو تین طلاقیں دے دینا عبث ہے۔ کیونکہ لعان کے بعد وہ عورت طلاق کا محل ہی نہیں رہتی۔ اور لعان سے ہونے والی جدائی ایک یا ایک سے زیادہ طلاقیں دینے کی قطعاً محتاج نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ رسول اکرم ﷺ عویمرؓ کے اس فعل پر خاموش رہے ہیں، اگر دفعۃً تین طلاقیں دینا حرام ہوتا تو آپؐ کبھی خاموشی اختیار نہ کرتے۔ تو اس کا جواب حنفی مذہب کے ممتاز عالم شمس الائمہ سرخسی نے اپنی تالیف المبسوط میں دیا ہے کہ

''آنحضرت ﷺ نے از راہِ شفقت عویمر عجلانیؓ کی بات پر انکار نہ فرمایا، اس لئے کہ آپؐ کو معلوم تھا کہ وہ غصے میں ہے اور اگر غصہ کی بنا پر اس نے آپؐ کی بات نہ مانی تو کافر ہوجائے گا۔ لہٰذا آپؐ نے اس پر انکار کو مؤخر فرما دیا اور ''فلا سبيل لك عليها'' (تجھے اب اس پر کوئی اختیار باقی نہیں رہا) کہہ کر اس فعل کی تردید کردی۔ نیز یہ کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے تلافی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور لعان کی صورت میں تو تلافی کا مسئلہ ہی نہیں ہے۔'' (بحوالہ 'تین طلاقیں' از مولانا محمد قاسم خواجہ: ص ۱۱۶)

اور اگر رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو یہاں رضا پر محمول کرلیا جائے، جیسا کہ مضمون نگار کا خیال ہے، پھر تو تین طلاقیں اکٹھی دینا بدعت بھی نہیں رہے گا۔ جبکہ حنفی مذہب میں بھی تین طلاقیں دفعۃً اکٹھی دینے کو بدعت کہا گیا ہے۔ حضرت عویمرؓ کے اس فعل پر آپؐ کی خاموشی رضا کے اظہار کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ اس کا یہ فعل بے محل ہونے کی وجہ سے عبث

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اگر حضرت عویمرؓ کا لعان کے بعد اس عورت کو تین طلاقیں دینے کا عمل برمحل اور موٴثر ہوتا تو آپؐ اس پر اسی طرح ناراضگی اور غصے کا اظہار فرماتے جس طرح محمود بن لبید کی حدیث کے مطابق ایک آدمی کے تین طلاقیں دفعتہً اکٹھی دینے پر آپؐ نے غصے کا اظہار فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ لہٰذا لعان والی حدیث سے دفعتہً تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا انتہائی ضعیف موقف ہے۔

⑥ ان حضرات کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بحالتِ حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی، پھر ارادہ کیا کہ باقی دو طلاقیں بھی باقی دو حیض یا طہر کے وقت دے دیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم تو نہیں دیا، تو نے سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ جب طہر کا زمانہ آئے تو ہر طہر کے وقت اس کو طلاق دے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تو رجوع کرلے۔ چنانچہ میں نے رجوع کرلیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب وہ طہر کے زمانہ میں داخل ہو تو اس کو طلاق دے دینا اور مرضی ہوئی تو بیوی بنا کر رکھ لینا، اس پر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ تو بتلائیں، اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں وہ تجھ سے جدا ہوجاتی اور یہ کارروائی معصیت ہوتی۔ (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴، سنن دارقطنی: ۲/۴۳۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے چکنے کے بعد پھر رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔'' (ماہنامہ الشریعہ: ۲۰۰۶ء، ص۲۹)

اگر فقہی جمود کو چھوڑ کر طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ پر تحقیق کی جاتی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث سے اکٹھی تین طلاقوں کے تین ہونے پر ہرگز استدلال نہ کیا جاتا، کیونکہ اکٹھی تین طلاقوں کے موقف کی تردید اسی حدیث میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک طلاق حیض کی حالت میں دے دی تھی اور دیگر دو طلاقوں کو بھی وہ متفرق طور پر دو حیض یا دو طہر میں دینے کا ارادہ رکھتے تھے، حدیثِ مذکور کے آغاز میں اس طریقہ طلاق کی صراحت موجود ہے،

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں:

”حدثنا عبد الله بن عمر أنه طلق امرأته تطليقة وهي حائض ثم أراد أن يتبعها تطليقتين أخراوين عند القرئين الباقيـين فبلغ ذلك رسول الله ﷺ ... الخ“(سنن کبریٰ بیہقی:۳۳۴/۷)

”عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق حیض کی حالت میں دے دی، پھر ارادہ کیا کہ باقی دوطلاقیں بھی دو مختلف حیضوں یا طہروں میں دے دیں...الخ۔“

جب عبداللہ بن عمرؓ خود باقی دو طلاقیں دو مختلف حیضوں یا دو مختلف طہروں میں دینے کا ارادہ رکھتے تھے تو اسے دفعتہً اکٹھی تین طلاقوں پر محمول کیسے کیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا عبداللہ بن عمرؓ نے جو رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں اسے تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لئے حلال ہوتا کہ میں اس کی طرف رجوع کرلوں؟ اس سے متفرق طور پر دو مختلف حیضوں میں طلاق دینا ہی مراد تھا جس کا ارادہ حضرت ابن عمرؓ اس سے پہلے کرچکے تھے، اور اس سے دفعتہً اکٹھی تین طلاقیں مراد لے کر ایک ہی حدیث کے اوّل اور آخر حصے کو آپس میں ٹکرا دینا حدیث نافہمی کی دلیل ہے۔ باقی رہا آپ ﷺ کا اس کام کو معصیت کہنا تو اس کا تعلق دراصل حالتِ حیض میں تین طلاقیں دینے سے ہے یا متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنے کو معصیت کہا گیا ہے۔

اس حدیث کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سنن بیہقی کی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں شعیب بن رزیق راوی ہے جسے محدثین نے مجروح قرار دیا ہے۔ دوسرا راوی عطاء خراسانی ہے جو امام بخاریؒ، شعبہؒ اور ابن حبانؒ کے نزدیک ضعیف ہے اور سعید بن مسیّبؒ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ (بحوالہ 'تین طلاقیں' ص۱۲۲)

⑦ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت نافع بن عجیر فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سہیمہ کو بتہ (تعلق قطع کرنے والی) طلاق دی۔ اس کے بعد اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی اور کہا: بخدا میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ

☆ زیر نظر بحث اور مذکورہ حدیث کی تفصیل کے لیے دیکھئے: تطلیقاتِ ثلاثۃ از مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ شائع شدہ ماہنامہ 'محدث' لاہور، بابت اپریل ۱۹۹۲ء......ص۵۲ تا ۷۹

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم! تو نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے؟ رکانہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے صرف ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے تو آنحضرت ﷺ نے وہ بی بی اسے واپس دلوا دی۔'' (سنن ابوداؤد، سنن دارقطنی وغیرہ)

اس پر صاحبِ مضمون کہتے ہیں:

''اگر لفظ بتہ سے دفعتہً تین طلاقیں پڑنے کا جواز ثابت نہ ہوتا تو جناب رسولِ اکرم ﷺ حضرت رکانہؓ کو کیوں قسم دیتے؟ چونکہ کنایہ کی طلاق میں نیت کا دخل بھی ہوتا ہے اور لفظ بتہ تین کا احتمال بھی رکھتا ہے، اس لئے آپ نے ان کو قسم دی، اگر تین کے بعد رجوع کا حق ہوتا اور تین ایک سمجھی جاتی تو آپؐ ان کو قسم نہ دیتے۔'' (ماہنامہ 'الشریعۃ' جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۹)

حنفیہ کا اس حدیث سے دفعتہً تین طلاقیں واقع ہونے پر استدلال کرنا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا والی بات ہے۔ کیونکہ ایک تو یہ روایت ہی ضعیف ہے دوسرا یہ روایت حنفیہ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف ہے، حنفیہ کے مذہب کے مطابق بتہ کے لفظ سے جب ایک طلاق مراد لی جاتی ہے تو وہ ایک بائنہ ہوتی ہے جس کے بعد رجوع نہیں ہوسکتا اور بیوی واپس نہیں دلوائی جاسکتی، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: "طلاق البتة عند الشافعي واحدة رجعية وعند أبي حنيفة واحدة بائنة" (عون المعبود: ج٦ ص ٢٠٨)

''یعنی طلاق بتہ سے امام شافعیؒ کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاقِ بائنہ پڑے گی۔''

حضرت رکانہؓ کی مذکورہ حدیث کے مطابق لفظ بتہ سے ایک طلاق کو رجعی بنایا گیا ہے اور بیوی اسے واپس دلوائی گئی ہے تو اس حدیث سے حنفی حضرات استدلال کیسے کر سکتے ہیں؟

اور رکانہؓ کی روایت جو بتہ کے لفظ کے ساتھ آئی ہے اور جس سے حنفیہ تین طلاق کے واقع ہونے پر استدلال کرتے ہیں، زبیر بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ "فيه زبير بن سعيد بن سليمان نزيل المدائن لين الحديث من السابعة" (تقریب التہذیب: ج١ ص ٢٥٨) نیز اس میں عبداللہ بن علی بن یزید راوی بھی ضعیف (لین الحدیث) ہے اور نافع بن عجیر مجہول ہے۔ دیکھئے: زاد المعاد: ج ۴ ص ۵۹

عون المعبود میں ہے: "إن الحديث ضعيف ومع ضعفه مضطرب ومع

www.KitaboSunnat.com

اضطرابه معارض بحديث ابن عباس أن الطلاق كان على عهد رسول الله واحدة، فالإستدلال بهذا الحديث ليس بصحيح" (ج٦/ص٢٠٨)

''حضرت رکانہؓ کی بتہ والی حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف ہونے کے ساتھ یہ مضطرب بھی ہے اور مضطرب ہونے کے باوجود یہ عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں ذکر ہے کہ تین طلاقیں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور ابوبکر صدیقؓ کے دور اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو، تین سال تک ایک ہی شمار ہوتی تھیں......

اس کے برعکس حضرت رکانہؓ کی وہ حدیث جس میں ثلاثا کا لفظ وارد ہے اور وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی دلالت کرتی ہے، سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے

"عن ابن عباس قال طلّق ركانة بن عبد يزيد أخو بني مطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد فحزن عليها حزنا شديدا. قال: فسأله رسول الله ﷺ «كيف طلقتها؟» قال: طلقتها ثلاثا، قال: فقال: «في مجلس واحد؟» قال: نعم. قال «فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت» قال: فرجعها فكان ابن عباس يرىٰ أنما الطلاق عند كل طهر" (مسند احمد:۱/۲۹۱، بہ تحقیق احمد شاکر)

''رکانہ بن عبدِ یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں اور پھر اسے اس پر سخت پریشانی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تو نے کیسے طلاق دی ہے؟ کہا: تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ فرمایا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی۔ اگر چاہے تو اس سے رجوع کرلے تو رکانہؓ نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے میں طلاق ہر طہر میں دینی چاہئے۔''

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول ﷺ نے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے اور اس کے خلاف جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ یا تو ضعیف اور مجروح ہیں اور اگر صحیح ہیں تو ان سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

⑧ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے بحالتِ حیض اپنی بیوی کو بتہ طلاق دے دی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تو نے پروردگار کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے بالکل

الگ ہوگئی۔ اس شخص نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ بھی تو ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے تو ان کو رجوع کا حق دیا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا کہ ''بلا شبہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی طرف رجوع کرلے مگر اس لئے کہ اس کی طلاق باقی تھی اور تیرے لئے اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق نہیں۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴) (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء)

کسی حدیث میں ثلاثا یعنی تین کا لفظ آجائے تو علماے حنفیہ جھٹ اسے دفعۃً اکٹھی تین طلاقوں پر محمول کرکے میاں، بیوی میں جدائی ڈالنے کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اور پھر پریشان حال طلاق دہندہ کو حلالہ کے نام پر بدکاری اور بے غیرتی کا راستہ دکھاتے ہیں، حالانکہ احناف کے حلالہ اور روافض کے متعہ میں صرف نام کا فرق ہے، درحقیقت دونوں ہی اسلام کی پیشانی پر بدنما دھبہ ہیں، بلکہ امام ابن قیمؒ نے اپنی تالیف إغاثة اللهفان میں بارہ وجوہات سے ثابت کیا ہے کہ حلالہ رافضیوں کے متعہ سے بھی زیادہ قبیح اور بُرا ہے۔

اگر احادیث میں وارد ثلاثا (تین) کے لفظ کو طلاقِ حسن یعنی متفرق طور پر طلاق دینے پر محمول کیا جائے اور اسے طلاقِ حسن بنایا جائے تو حلالہ جیسی لعنت سے بچا جاسکتا ہے۔ بنا بریں حدیثِ مذکور میں بھی بتہ کے لفظ سے متفرق طور پر تین طلاقیں دینا مراد ہے کیونکہ اس طرح تیسری طلاق ازدواجی تعلق کو قطع کردیتی ہے۔ حدیثِ مذکور میں سائل کی اپنی بیوی کو دی ہوئی طلاق کو عبداللہ بن عمرؓ کی طلاق کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس نے تین طلاقیں متفرق طور پر دی تھیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی باقی دو طلاقیں باقی دو حیض میں دینے کا ارادہ کیا تھا، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ کے تحت ذکر ہوچکا ہے اور حدیث میں آنے والے لفظ معصیت اور نافرمانی کا تعلق حیض کی حالت میں طلاق دینے سے ہے، اس حدیث سے تین طلاقیں واقع کرنے والوں کا موقف ثابت نہیں ہوتا۔ اُنہیں چاہئے کہ اس موقف پر کوئی صحیح اور صریح دلیل پیش کریں۔

⑨ ان حضرات کی نویں دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب اسی قسم کے مسئلہ کے بارہ میں سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے اس صورت میں مجھے رجوع کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی ہے جب تک کہ وہ تیرے بغیر کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے اور اس طرح تو نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔'' (بخاری، مسلم بحوالہ ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۰)

اَحناف کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ ایک لفظ سے ہوں جیسے ''تجھ کو تین طلاق ہے۔'' یا متعدد الفاظ سے ہوں، جیسے ''تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔'' یہ دونوں صورتیں تین طلاق کے حکم میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذکورہ فیصلہ ان کے دعویٰ کی حمایت نہیں کرتا، بلکہ ان کا یہ جملہ کہ ''تم نے ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ اکٹھی تین طلاقوں کے بارے میں نہیں بلکہ متفرق طور پر طلاقیں دینے کے بارے میں ہے۔ یہ قرینہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ''فإن النبي ﷺ أمرني بهذا'' کہ ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی کا حکم دیا تھا۔'' ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دفعتہً اکٹھی تین طلاقیں دینے کا حکم نہیں دیا تھا جو کہ بدعت ہے بلکہ متفرق طور پر طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ (جو کہ جائز بلکہ حسن طلاق ہے)

(الطلاق الثلث في مجلس واحد از ابوالسلام مولانا محمد صدیقؒ: ص۵۴)

⑩ ان کی ایک دلیل حضرت زید بن وہب کی یہ روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک مسخرہ مزاج آدمی تھا، اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ جب ان کا یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے ہاں پیش کیا گیا اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے تو محض دل لگی اور خوش طبعی کے طور پر یہ طلاقیں دی ہیں، یعنی میرا قصد و اِرادہ نہ تھا تو حضرت عمرؓ نے دُرّہ سے اس کی مرمت کی اور فرمایا کہ ''تجھے تو تین طلاقیں ہی کافی تھیں۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی ایک کلمہ یا ایک ہی مجلس میں دی گئی طلاقوں کا اعتبار کرتے تھے۔ (ماہنامہ 'الشریعہ'، جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۰)

سوچنے کا مقام ہے کہ مدینہ طیبہ کے مسخرہ مزاج آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق مسلسل دے کر اسلام کا تمسخر اُڑایا جو درست نہ تھا۔ لیکن تین طلاقوں کو تین بنانے والے

حضرات دفعتہً تین طلاقوں کو تین ہی بنا کر کیوں اسلام کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اگر مدینہ طیبہ کے مسخرہ مزاج آدمی کا فعل اسلام کا مذاق اُڑانے کے مترادف تھا تو آج بھی دفعتہً دی ہوئی تین طلاقوں کو تین قرار دینا طلاق کے مشروع طریقے کا مذاق اُڑانے سے کم نہیں ہے، اور اس کے بعد حلالہ نکالنے کا حکم دینے سے تو اس مذاق کی شدت اور بڑھ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس فرمان میں کہ ''تجھے تین ہی کافی تھیں۔'' تین طلاقیں متفرق طور پر دینے کا احتمال بھی موجود ہے اور اگر حضرت عمرؓ نے اکٹھی تین طلاقوں کو تین قرار دیا بھی ہے جیسا کہ مضمون نگار کی رائے ہے، تو یہ آپ کا ذاتی فیصلہ تھا جو اُنہوں نے اپنی خلافت کے دو تین سال بعد غیر محتاط لوگوں کی سزا کے طور پر نافذ کیا تھا۔ آخر زندگی میں آپؓ نے ندامت کے ساتھ اس سے رجوع کرلیا تھا۔

⑪ ان کی ایک دلیل حضرت انسؓ بن مالک کی یہ روایت ہے کہ ''حضرت عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، فرمایا کہ تین ہی طلاقیں متصور ہوں گی اور وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے اور حضرت عمرؓ کے پاس جب ایسا شخص لایا جاتا تو آپؓ اس کو سزا دیا کرتے تھے۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴) (ماہنامہ الشریعہ، جولائی ۲۰۰۶ء)

اس حدیث سے علماے احناف کا تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا کئی طرح سے درست نہیں ہے۔ ایک تو اس لئے کہ غیر مدخول بہا عورت کو تین طلاقیں دے دی جائیں تو احناف کے نزدیک بھی وہ پہلی طلاق سے جدا ہو جائے گی، دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

''فإن فرق الطلاق بانت بالأولی ولم تقع الثانية والثالثة'' (ہدایہ، ص ۳۸۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حدیثِ انسؓ سے غیر مدخول بہا کے لئے تین طلاقوں سے تین ہی واقع ہونے پر استدلال کرنا فقہ حنفی کے ہی خلاف ہے۔ دوسرا یہ کہ حدیثِ انسؓ میں تین طلاق کے دفعتہً دینے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اس میں متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا احتمال بھی موجود ہے۔ رہا حضرت عمرؓ کا ایسے شخص کو سزا دینا تو یہ سزا غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے پر دی جاتی تھی کیونکہ غیر مدخولہ جب ایک طلاق سے جدا ہوجاتی ہے تو اسے تین طلاقیں دینے کی

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں ہے۔ تیسرا یہ کہ اگر حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو تین شمار کیا بھی ہے تو یہ ان کی خلافت کے دو، تین سال گزرنے کے بعد ان کے طلاقِ ثلاثہ کے وقوع سے متعلق مشہور فیصلے کی وجہ سے تھا جس کے ذریعے وہ اکٹھی تین طلاقیں دینے والوں کو اس کارِ معصیت سے روکنا چاہتے تھے۔

⑫ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۴)

اس حدیث سے استدلال بھی حنفی مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے، اور یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ تین طلاقوں سے متفرق طور پر طلاق دینا مراد ہو۔

⑬ ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ ''ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں اور باقی ماندہ طلاقیں اپنی دوسری بیویوں پر تقسیم کردے۔ (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۵)

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ بھی ایک کلمہ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے ہیں۔'' (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۳۰)

اس اثر کی سند میں حبیب بن ابی ثابت اور حضرت علیؓ کے درمیان "بعض أصحابه" یعنی اس کے بعض ساتھیوں کا واسطہ ہے۔ جس کا پتہ ہی نہیں کہ یہ کون شخص ہے اور کیسا ہے؟ لہٰذا اس مجہول راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ (الطلاق الثلث في مجلس واحد ص ۵۳) اور ایسے ضعیف آثار سے استدلال کرنا اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔

⑭ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ وہ شخص بولا کہ کیا حلالہ کی صورت میں بھی جواز

www.KitaboSunnat.com

کی شکل نہیں پیدا ہوسکتی؟ اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دے گا۔'' (السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۷) (ماہنامہ' الشریعہ': ص۳۰)

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ عہد ِرسالتؐ، خلافت ِصدیقیؓ، اور دوسال خلافت ِفاروقیؓ تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگوں نے ایسے موقع پر عجلت سے کام لیا ہے جس میں ان کے لئے تاخیر چاہئے تھی۔ کاش! ہم اس امر کو ان پر جاری کردیں۔ لہٰذا اُنہوں نے اس امر (تین طلاق......) کو جاری کردیا۔

یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ ہے۔ اس کی روشنی میں تین طلاق کو تین قرار دینا ان کی طرف سے بطورِ تعزیر تھا جیسے حضرت عمرؓ نے کیا تھا جو طلاق دہندہ کی سزا کے طور پر اُنہوں نے صادر کیا تھا۔ لیکن یہ فیصلہ عارضی اور وقتی تھا جس سے خود حضرت عمرؓ نے رجوع کرلیا تھا۔ لہٰذا اسے طلاقِ ثلاثہ کے لئے اُصول نہیں بنایا جاسکتا۔ نیز اس حدیث میں 'حلالہ' کے متعلق خداع کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کو محرّم بنانے کے بعد طلاق دہندہ کو حلالہ کے نام سے بدکاری کا راستہ دکھانا، حلالہ کرنا اور کرانا اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے جس کا اللہ تعالیٰ عذاب اور سزا کی صورت میں بدلہ دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلاَّ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرۃ:۹)

⑮ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا، ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اس عورت کو اسے واپس دلانا چاہتے ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم خود حماقت کا ارتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو: ''اے ابن عباسؓ! اے ابن عباسؓ بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تو اب تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ تمہاری بیوی اب تم سے بالکل علیحدہ ہوچکی ہے۔'' (السنن الکبریٰ: ج۷/ص ۳۳۱) (ماہنامہ' الشریعہ': جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۰)

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ایک فتویٰ تو وہ ہے جو سنن ابوداؤد میں منقول ہے اور جو تین طلاق کے ایک ہونے کا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "إذا قال أنت طالق ثلاثا بفم واحد فهي واحدة" (ابوداؤد مع عون المعبود: ج۶ ص۱۹۴)

اور یہی فتویٰ حضرت طاؤس کے واسطے سے بھی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق بھی ہے جو صحیح مسلم میں آپ ﷺ سے مروی ہے اور دوسرا فتویٰ ان کا تین طلاقوں کے تین ہونے کا ہے جسے اُنہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف سے بطورِ تعزیر کے اختیار کیا تھا یہاں یہی مراد ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے الفاظ سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ یہ فتویٰ اُنہوں نے طلاق دہندہ کی سزا کے طور پر نافذ کیا تھا جو عارضی اور وقتی تھا اور اسے اُصول نہیں بنایا جاسکتا۔

⑯ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت معاویہ بن ابی عیاش انصاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عاصم بن عمرو کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت محمد بن ایاس بن بکیر تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ ایک دیہاتی گنوار آدمی نے اپنی غیر مدخول بہا عورت کو دخول سے قبل تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا: جاکر ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے پوچھو۔ جب سائل ان کے پاس حاضر ہوا اور دریافت کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! فتویٰ دیجئے لیکن سوچ سمجھ کر بتانا کہ مسئلہ پیچیدہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک طلاق اس سے علیحدگی کے لئے کافی تھی۔ اور تین طلاقوں سے وہ اس پر حرام ہوگئی ہے۔ الا یہ کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ (موطأ امام مالک: ص۲۰۸، الطحاوی، السنن الکبریٰ: ۷/۳۳۵) (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء)

یہ حدیث بھی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے لئے کئی طرح سے مفید نہیں:

ایک تو اس لئے کہ اس حدیث میں غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کا ذکر ہے اور غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دی جائیں تو احناف کے نزدیک وہ ایک طلاق سے جدا ہوجاتی ہے۔ باقی دو طلاقیں واقع ہی نہیں ہوتیں تو علماے حنفیہ اس حدیث سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال کیسے کرسکتے ہیں جبکہ یہ ان کے مذہب کے ہی خلاف ہے۔

دوسرا اس لئے کہ اس حدیث میں صراحت نہیں ہے کہ یہ تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دی

www.KitaboSunnat.com

گئی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے تین طلاقیں مختلف مجالس میں دی ہوں: إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال !

تیسرا یہ کہ ایسے موقعے پر ایک اُصولی بات کو عام طور پر نظر انداز کردیا جاتا ہے وہ یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت مرفوع حدیث اور صحابہ کرامؓ سے ثابت شدہ آثار میں تضاد اور اختلاف پایا جائے تو اس وقت نبی علیہ السلام سے ثابت مرفوع حدیث مقدم ہوتی ہے۔ اور آثارِ صحابہؓ کو چھوڑ دیا جاتا ہے، کیونکہ مرفوع حدیث کی نسبت اس مقدس ہستی کی طرف ہوتی ہے جو معصوم ہے جس پر ہر وقت وحی الٰہی کا پہرہ موجود رہتا تھا۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص بھی خطا ونسیان سے پاک نہیں ہے۔ تو جب رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور کے شروع میں جب کوئی آدمی اکٹھی تین طلاق دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک بنایا جاتا تھا تو اس مرفوع حدیث پر عمل ہونا چاہیے۔ اس کے مقابلے میں موقوف کو نظر انداز کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم کی رو سے ہمیں آپ ﷺ ہی کی اتباع اور پیروی کا حکم ہے۔

⑰ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو دوسو طلاق دے دی ہیں، اب کیا حکم ہے؟ اُنہوں نے فرمایا تجھے کیا فتویٰ دیا گیا ہے؟ اُس نے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عورت اب مجھ سے بالکل الگ اور جدا ہوگئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے سچ کہا ہے۔''

(موطا امام مالک:۱۹۹) (ماہنامہ'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء)

ایسی روایات جن میں بیوی کو دوسو یا ہزار طلاقیں دے ڈالنے کا ذکر آتا ہے اُنہیں پڑھنے والا حیران ہوتا ہے کہ آج کے گئے گزرے دور میں بھی کوئی شخص اتنی کثرت سے طلاقیں نہیں دیتا کہ وہ دوسو یا ہزار تک پہنچا کر ہی دم لے، لیکن اُس دور میں اتنی کثرت سے طلاقیں کیوں دی جاتی تھیں؟ درحقیقت وہ لوگ زمانۂ جاہلیت سے ہی کثرت سے طلاقیں دینے کے عادی تھے، ان میں سے کوئی شخص اگر بیوی کو تنگ کرنا چاہتا تو وہ اسے طلاق دے دیتا، اور جب اس کی مطلقہ کی عدت ختم ہونے کے قریب آتی تو پھر اس سے رجوع کرلیتا، اس کے بعد پھر طلاق

www.KitaboSunnat.com

دے دیتا، اور اس طرح بار بار طلاق دینے اور اس کے بعد رجوع کر لینے سے ان کی تعداد سو تک یا ہزار طلاقوں تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عروہ سے مروی ہے:

”كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تنقضي عدتها كان ذلك له وإن طلقها ألف مرة فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا ما دنا وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال: والله لا آويك إلى ولا ، تحلين أبدا“ (أخرجه مالك والشافعي والترمذی والبیهقي في سننه بحواله تفسير فتح القدير للشوكاني: ج۱ص۲۳۹)

”جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور اس کی عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو رجوع کر لیتا اور یہ اس کے لئے جائز سمجھا جاتا تھا، اگرچہ نوبت ہزار طلاقوں تک پہنچ جائے۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، جب اس کی عدت ختم ہونے کے قریب آئی تو اس نے رجوع کر لیا۔ اس کے بعد پھر طلاق دے دی اور مطلقہ عورت سے کہا: اللہ کی قسم! نہ تو میں تجھے بساؤں گا اور نہ ہی تجھے چھوڑوں گا کہ تو آگے کسی سے نکاح کر سکے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ سو یا ہزار طلاقیں کیسے دیتے تھے اور تین طلاقوں کو تین ہی قرار دینے والے حضرات جو ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں کسی شخص کے اپنی بیوی کو سو یا ہزار طلاقیں دینے کا ذکر آتا ہے تو اس سے دفعتہً اکٹھی طلاقیں دینا مراد نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ حضرت عروہ کی حدیثِ مذکور کے مطابق ہر مہینے بعد وقفے سے طلاقیں دینا مراد ہے اور ایسا وہ عورتوں کو ستانے کے لئے کرتے تھے۔ اسلام نے بے شمار طلاقیں دینے کا خاتمہ کر دیا، اور تیسری طلاق کو مرد و عورت میں جدائی ڈالنے والی طلاق بنا دیا جس کے بعد رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث سے یہی طریقہ طلاق مراد ہے جو حدیثِ عروہ میں ذکر ہوا ہے کہ متفرق طور پر دی ہوئی طلاقوں سے تیسری طلاق سے عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور باقی طلاقیں لغو قرار پائیں گی۔

⑱ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ”حضرت عمران بن حصینؓ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے یہ سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب وہ کیا کرے؟ حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ اس نے ربّ تعالیٰ کی

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی کی ہے اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے۔'' (السنن الکبریٰ:۷/۳۳۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ بصرہ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے لوگوں کو شریعت کی تعلیم دینے کے لیے مامور تھے۔(الاصابہ:۴/۵۸۵) اور اُنہوں نے یہ فتویٰ حضرت عمرؓ کی طرف سے بطورِ تعزیر اختیار کیا تھا۔دوسرا یہاں بھی ہمیں شریعت کے اس اُصول کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے کہ ایسی صورت میں جب کہ کسی مسئلہ میں نزاع اور اختلاف ظاہر ہوجائے تو قرآنِ کریم نے ہمیں اسے حل کرنے کے لئے ایک اُصول دیا ہے، تاکہ اس پر عمل کرکے اس نزاع کو حل کرلیا جائے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾(النساء:۵۹) ''یعنی جب تمہارا کسی چیز میں نزاع اور اختلاف ہوجائے، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانے سے مراد قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ہے، اور حدیثِ نبویؐ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے جبکہ حضرت عمران بن حصینؓ کا فتویٰ حدیثِ مرفوع کے خلاف ہے۔تو ایسے موقع پر ایک سچے مسلمان کا ضمیر اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اُمتیوں کی آرا کے پیچھے چلے کیونکہ کوئی بھی اُمتی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔اس لئے آثارِ صحابہؓ کے مقابلہ میں مرفوع حدیث پر عمل کرنا ہی قرآنی اُصول کے مطابق ہے جو اوپر بیان کردیا گیا ہے۔

⑲ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ ایک شخص نے ہم بستری سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، وہ کیا کرے؟ اس پر حضرت عطا بن یسار نے فرمایا کہ کنواری کی طلاق تو ایک ہی ہوتی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم قصہ گو ہو۔ایک طلاق ایسی عورت کو جدا کردیتی ہے اور تین اس کو حرام کردیتی ہیں۔'' (ماہنامہ 'الشریعۃ': جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا یہ فتویٰ حنفیہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کا قول تو یہ ہے

کہ باکرہ عورت کو خلوت سے پہلے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی جائیں تو ایک طلاق واقع ہوگی جس سے وہ عورت بائنہ ہوجائے گی۔ باقی دو طلاقیں لغو اور بے کار ہوجائیں گی، لہٰذا اَحناف کا اس اثر سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا یہ فتویٰ رسول اللہﷺ کی حدیث کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حدیثِ مرفوع پر عمل کرنا چاہئے۔

⑳ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس کا خیال ہوا کہ وہ اس سے نکاح کرلے، اس نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے فتویٰ طلب کیا۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ تم اس سے نکاح نہیں کرسکتے، تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے، اس نے کہا کہ اس کے لئے میری طرف سے ایک ہی طلاق ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ تم نے اپنا اختیار کھو دیا ہے جو تمہارے ہاتھ میں تھا۔'' (ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۲)

اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے قبل ذکر ہوچکا ہے کہ احناف کا اس اثر سے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک غیر مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقوں میں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے، باقی دو لغو اور بے کار جاتی ہیں۔ ویسے بھی یہ اثر مرفوع حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا قابل عمل نہیں ہے۔ قابل عمل رسول اللہﷺ کی حدیث ہی ہے۔

㉑ ان حضرات کی ایک دلیل یہ ہے کہ ''حضرت عطا فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب کیا صورت ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی ہے اور تجھ پر تمہاری بیوی حرام ہوگئی ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے بغیر کسی اور مرد سے نکاح کرے۔''

(ماہنامہ الشریعہ: جولائی ۲۰۰۶ء، ص۳۲)

حضرت ابن عباسؓ سے دو فتوے مروی ہیں، ان میں سے ان کا وہی فتویٰ قبول کیا جائے گا جو انہی سے مروی حدیث کے موافق ہے کہ عہدِ رسالتؐ سے لے کر خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو سال تک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی صحابی کا قول وفعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت حدیث کے مخالف ہو تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث کو عمل کے اعتبار سے صحابی کے قول وفعل پر مقدم کیا جاتا ہے اور صحابی کے قول وفعل کی وجہ سے حدیثِ نبوی کو مجروح بنا کر چھوڑ نہیں دیا جائے گا۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ حنفی فرماتے ہیں:

”والحق في هذاالمقام أن قول النبي ﷺ وفعله أحق بالاتباع وقول غيره أو فعله لايساويه في الاتباع فإذا وجد من الصحابي ما يخالف الحديث النبوى يؤخذ بخبر الرسول ﷺ“ (الأجوبة الفاضلة: ص۲۲۵)

یعنی ”ایسے مقام میں حق اور سچ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول اور آپ کا فعل ہی اتباع اور پیروی کے لائق ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کا قول وفعل اتباع اور پیروی میں رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کے مساوی اور برابر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا جب صحابیؓ کا قول وفعل حدیثِ نبویؐ کے خلاف آجائے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا۔“

طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں بحث کا خلاصہ اور اُصولی موقف

طلاقِ ثلاثہ کے بارے میں کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک اُصولی بات پیش نظر رکھی جائے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تھا تو اُنہیں ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ نے جب اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو خود رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں ایک طلاقِ رجعی قرار دیا تھا۔ یہ بات طے شدہ ہے اور جو دلائل اس کے خلاف پیش کئے جاتے ہیں، اُنہیں بنظر غائر دیکھا جائے تو ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ دلائل صحیح ثابت ہوں گے اور صحت کے معیار پر پورے اُترتے ہوں گے یا پھر وہ دلائل ضعیف اور غیر ثابت ہوں گے۔ اگر وہ دلائل جو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر پیش کئے جاتے ہیں، پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے بلکہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں تو اُنہیں دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ حضرت علیؓ سے مروی آثار کا حال ہے۔

لیکن اگر وہ دلائل صحیح ثابت ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہیں۔ یا وہ دلیل مرفوع حدیث ہوگی جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے یا پھر اس کا تعلق آثارِ صحابہؓ سے ہوگا۔ اگر وہ دلیل جو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے متعلق پیش کی جاتی ہے، مرفوع حدیث ہے تو اس سے اس موقف

www.KitaboSunnat.com

پر استدلال کرنا ہی صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ جب آپ ﷺ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا جاتا تھا، تو اس کے خلاف تین طلاقوں کو تین ہی بنانے کا آپ ﷺ سے تصور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کلام نبوت میں تضاد کا پایا جانا ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عویمرؓ کی حدیث ِلعان سے تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا جاتا ہے، جبکہ اُنہوں نے لعان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے سامنے ملاعنہ عورت کو از خود ہی آپ ﷺ کے حکم کے بغیر تین طلاقیں دے دی تھیں، حالانکہ لعان کے بعد ان کا یہ طلاقیں دینا بے فائدہ اور بے محل تھا۔ اس لئے کہ لعان کی صورت میں عورت، مرد سے نفس لعان سے ہی جدا ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد ایک یا تین طلاقیں دینا غیر مؤثر اور بے فائدہ ہے، اسی لئے حضرت ہلال بن اُمیہ نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تھا تو اس کے بعد طلاقیں دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہاں صرف لعان کو ہی جدائی کے لئے کافی سمجھا گیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الطّلاق)

دوسرے فریق کی طرف سے جن آثارِ صحابہؓ کو طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، ان کی بھی دو صورتیں ہیں۔بعض آثار تو وہ ہیں جو دونوں معنوں کا احتمال رکھتے ہیں، ان میں جہاں اکٹھی تین طلاق دینے کا احتمال پایا جاتا ہے، وہاں متفرق طور پر وقفے وقفے سے تین طلاقیں دینے کا احتمال بھی موجود ہے تو کیوں نہ ایسے آثار کو متفرق طور پر تین طلاق دینے پر محمول کیا جائے۔ جو طلاق دینے کا حسن طریقہ بھی ہے اور اس طرح احادیث اور آثار کے درمیان تطبیق بھی ہو جائے گی اور تین طلاقیں اکٹھی دینے والوں کی حوصلہ شکنی بھی ہو سکے گی اور دفعۃً تین طلاقیں دینے کی بدعت سے بھی بچا جاسکے گا۔

اور اگر وہ آثار متفرق طور پر تین طلاقیں دینے کا احتمال نہیں رکھتے بلکہ اکٹھی تین طلاقیں دینے پر ہی دلالت کرتے ہیں تو ان میں ذکر ہونے والی اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع کو اس تعزیر پر محمول کیا جائے گا جو حضرت عمرؓ کی طرف سے غیر محتاط لوگوں کی سزا کے طور پر نافذ کی گئی تھی جیسا کہ یہ بات حضرت عمر فاروقؓ کے عمل سے بھی ظاہر ہے۔ لیکن اسے طلاقِ ثلاثہ کے لئے اُصول نہیں بنایا جائے گا تاکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ طریقہ طلاق سے اس عمل کا تعارض لازم نہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ طریقۂ طلاق کو اختیار کرکے آپ ﷺ کے حق اتباع کو بھی ادا کیا جائے۔ وما علينا إلا البلاغ

www.KitaboSunnat.com

نقد ونظر

حافظ حسن مدنی

زنا بالجبر اور نام نہاد 'تحفظ حقوقِ نسواں بل'

نبی آخر الزمان سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے اس دارِ فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اللہ کا وہ دین 'اسلام' اور عطا کردہ ضابطہ حیات پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا۔ اس دین میں جو کمی بیشی اور اس طرزِ حیات میں جو تبدیلی ہونا تھی، آپ ﷺ نے بتمام وکمال اسے جبریل امینؑ سے وصول کرکے اپنی اُمت تک پہنچا دیا، اور اس کے بعد اس دین میں ترمیم کرنے کا کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ جیسا کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے والی آیات میں تکمیل دین کا اعلان کردیا گیا۔ (المائدۃ:۳)

ایسے ہی آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے پر سیدہ اُمّ ایمنؓ نے فرمایا تھا کہ

''اب وحی لے کر آنے والے فرشتے جبریلؑ کی آمد منقطع ہوگئی۔'' (سنن ابن ماجہ:۱۶۳۵)

واضح رہنا چاہئے کہ اللہ کا دین 'اسلام' کسی حکمران کا محتاج نہیں کہ وہ اس کے نفاذ کا اعلان کرے، تب ہی وہ معاشرہ میں جاری وساری ہوگا بلکہ نبی کریم ﷺ کے اعلان فرما دینے کے بعد سے ہی اس دین کے احکامات جاری ہوچکے ہیں۔ اور ہر شخص اسلام کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے فرامین اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کے سامنے مطیع وفرمانبردار رہے گا۔ مسلمان اسی بنا پر نمازیں پڑھتے ہیں کہ ان کے ربّ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے اُنہیں اس کا حکم دیا ہے، اگر یہ صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ کسی حکمران کے نفاذ کے محتاج ہوتے تو آج دیگر کئی بناوٹی اَدیان کی طرح نعوذ باللہ اسلام کا بھی دنیا سے خاتمہ ہوچکا ہوتا جبکہ 'اسلام' نبی آخر الزمان ﷺ کے ذریعے اُمت کو عنایت ہوا ہے اور محشر کا صور پھونکے جانے تک اسے اس دنیا میں باقی رہنا ہے۔

اللہ کے مطیع وفرمانبردار انسان کسی حکومت کے قانون مقرر کردینے سے قبل بھی نکاح وطلاق کے شرعی اُصولوں پر کاربند تھے۔ مسلم معاشرہ خنزیر کے گوشت استعمال کرنے یا اس کی

www.KitaboSunnat.com

خرید وفروخت کو حرام جاننے کے لئے کسی قانونی ضابطہ بندی کا محتاج نہیں رہا۔ جس طرح مسلمان ۱۹۷۹ء کے حدود آرڈیننس سے قبل بھی محض اللہ کے اَحکامات کی اتباع میں زنا کاری اور بدکاری سے اس لئے بچا کرتے تھے کہ اس فعل شنیع کو قرآنِ کریم میں حرام قرار دیا گیا ہے اور فرمانِ نبویؐ کی رو سے اس مکروہ فعل پر اللہ تعالیٰ کو پوری کائنات میں سب سے زیادہ غیرت وغصہ آتا ہے، اسی طرح کسی حکومت کے زنا کو گوارا کرلینے اور اس کی سزاؤں کو ختم کرنے یا اس میں تخفیف کردینے سے بھی ان احکام کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ہر مسلمان کو اپنے طور پر ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اللہ کے عطا کردہ قوانین میں کوئی حاکم وقت یا پارلیمنٹ سرمو تبدیلی کرنے کی مجاز نہیں۔ یہ تو محض کسی حاکم وقت کی سعادت ہے کہ اسے ان قوانین کی تعمیل کروانے کی توفیق مرحمت ہوجائے، اور یہ کسی کی شقاوت وبدبختی ہے کہ 'اسلام' کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کے نامہ اعمال میں اللہ کے قوانین کو بدلنے کی جسارت لکھی جائے۔ ایسے لوگوں کو روزِ محشر ربّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنا چاہئے اور اُنہیں یاد رہنا چاہئے کہ ہر مسلمان کو آخرکار اپنے تمام اَعمال کے لئے ایک روز اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ حکمرانوں کو اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہئے کہ

''ایسی حکمرانی روزِ قیامت حسرت وندامت کا سبب ہوگی!'' (سنن کبریٰ از نسائی: ۵۹۲۸)

اسلامی احکام پر عمل کرنے کا جہاں ہر مسلمان پابند ہے، وہاں اسلام نے حکمرانوں کو بھی قوتِ نافذہ کے ذریعے اِنہیں مسلم معاشرے میں جاری وساری کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ اس سے انحراف کریں تو ہر مسلمان کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں شریعت کے نفاذ پر مجبور کریں۔

قرآن کی رو سے حکم واختیار کا سرچشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے، اور اسی امر کو تسلیم کرکے ہم نے اسلام کا دم بھرا ہے، کسی حکمران کی ترمیم کا جواز بنانا تو کجا، اسلام نے توکسی حکمران کی خلافِ اسلام اطاعت کو بھی سرے سے حرام قرار دے دیا ہے۔

مذکورہ بالا تمہید کا مقصد اسلام اور حدود اللہ میں ان صریح ترامیم کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا موقف اور اسلام کے تقاضوں کی نشاندہی کرنا ہے۔ ہمارے پیش نظر حدود ترمیمی بل (نام نہاد حقوقِ نسواں بل) میں اللہ کے دین سے کھلم کھلا مذاق کیا گیا ہے اور اس میں تحریف

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ اس کو معطل کرنے کی جسارت بھی کی گئی ہے، راقم کے اسی شمارے میں شائع شدہ ایک مستقل مضمون کے علاوہ یہاں ایک اور پہلو سے اس تحریف کو پیش کیا جائے گا۔

اسلام میں مرد و زَن کو جوڑا بنانے کے لئے 'نکاح' جیسا مقدس بندھن موجود ہے اور اس نکاح کے بعد دو مرد و عورت میں وہ تعلقات جائز ہوجاتے ہیں جو اس کے بغیر سنگین گناہ قرار پاتے ہیں۔ جبکہ مغرب میں نکاح کا تصور تقریباً معدوم ہوچکا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں جو حیثیت نکاح کو حاصل ہے، مغرب میں یہی حیثیت وقتی رضامندی کو عطا کردی گئی ہے۔

اس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یورپ میں اگر کوئی لڑکا لڑکی شادی سے قبل جنسی مواصلت پر وقتی طور پر راضی ہوں تو اسے 'زنا بالرضا' کہا جاتا ہے اور یہ فعل قانوناً جرائم کے زمرے میں نہیں آتا، اس پر کوئی سزا موجود نہیں ہے۔ جبکہ اسلام کی رو سے نکاح سے قبل کسی قسم کے جنسی تعلقات تو کجا، مرد و زَن کا خلوت میں بیٹھنا اور عشق معاشقہ رچانا ہی حرام ہے۔

دوسری طرف اسلام میں نکاح کے بعد میاں بیوی کے لئے جنسی تعلقات کو نہ صرف گوارا کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کا حق قرار دیتے ہوئے اسے قابل ثواب فعل بھی بتایا گیا ہے۔ اسلام نے یوں تو شوہر کو بھی بیوی کے جنسی حقوق ادا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے لیکن بیوی کو اس امر کی بالخصوص اجازت نہیں دی کہ وہ نکاح کے بعد اپنے شوہر کی مقاربت کی خواہش پوری نہ کرے جبکہ مغرب میں نکاح کو یہ حیثیت حاصل نہیں بلکہ وہی وقتی رضامندی والا فلسفہ، نکاح کے بعد بھی کارفرما ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کی وقتی رضامندی کے بغیر اس سے جنسی مواصلت کرے تو اسے مغرب میں اَزدواجی زنا بالجبر Marital Rape سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بھی جرم قرار پاتا ہے۔ اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں جو حیثیت نکاح جیسے مقدس بندھن کو حاصل ہے، مغرب میں یہی حیثیت وقتی رضامندی کو دے دی گئی ہے جو شادی سے قبل حاصل ہوجائے تب بھی جنسی فعل معتبر اور جائز اور شادی کے بعد بھی کسی وقت حاصل نہ ہو تو وہ جنسی فعل 'زنا بالجبر' قرار پاتا ہے۔

مسلم معاشرہ میں نبی کریم ﷺ کے واضح فرامین کی بنا پر ایسا تصور ہی بڑا اجنبی اور مضحکہ خیز ہے۔ لیکن عرصۂ دراز سے مغرب میں حقوقِ نسواں کی علمبردار خواتین رضامندی کے بغیر جنسی تعلق کو جرم قرار دینے کا مطالبہ کررہی تھیں۔ قاہرہ کانفرنس اور پھر بیجنگ کانفرنس وغیرہ میں

www.KitaboSunnat.com

یہ مطالبہ دہرایا جاتا رہا، چند ماہ قبل قومی اخبارات میں ایک خاتون رکن قومی اسمبلی نے بھی اس مطالبے کے حق میں بیانات دیے جس پر خوب بیان بازی بھی ہوئی۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ تحفظ حقوقِ نسواں بل کے ذریعے خواتین کو ملنے والے حقوق میں ایک یہ حق بھی شامل ہے جسے مغرب میں اَزدواجی زنا بالجبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس طرح شریعتِ اسلامیہ سے کھیلا جارہا ہے!

یہ نکتہ اس موضوع پر جاری بحث میں اس لئے اُجاگر نہیں ہوسکا کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ مغرب زدہ این جی اوز اور پیپلز پارٹی کی تائید سے حکومت اس حد تک جاسکتی ہے۔ لیکن ذیل میں بیان کردہ تفصیلات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ نئے بل کی رو سے بیوی کی رضامندی کے بغیر ہونے والے جماع کو بھی جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ اگر کوئی جج اس بنا پر کسی شوہر کو سزا دینا چاہے تو تحفظِ خواتین بل نہ صرف یہ کہ اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا بلکہ جج کو ایسے شوہر کو زنا بالجبر کا مجرم قرار دینے کے پورے اختیارات بھی دیتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ بحث ان قوانین کے مصدقہ متن اور ماہرین شریعت وقانون سے مشاورت اور تصدیق کے بعد ہی احاطہ تحریر میں لائی جارہی ہے۔

زنا بالجبر کے سابقہ قانون اور ترمیم شدہ قانون میں ایک تقابل

حد زنا آرڈیننس ۱۹۷۹ء میں دفعہ ٦، زنا بالجبر کے تعریف اور دائرہ کار کے بارے میں تھی۔ اس دفعہ کا متن حسبِ ذیل ہے:

''(١) ایک شخص زنا بالجبر کا ارتکاب کرے گا، اگر وہ کسی ایسے مرد یا کسی ایسی عورت سے مباشرت کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح نہیں ہے بشرطیکہ حالات مندرجہ ذیل ہوں:

① زیادتی کے شکار کی رضامندی کے خلاف

② زیادتی کے شکار کی رضامندی کے بغیر

③ زیادتی کے شکار کی رضامندی سے، جب یہ رضامندی موت یا زخمی کرنے کا خوف دلا کر حاصل کی گئی ہو۔

④ زیادتی کے شکار کی رضامندی سے جب کہ مجرم جانتا ہو کہ اس کا اس سے جائز نکاح نہیں ہے اور زیادتی کا شکار سمجھتا ہو کہ وہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح ہے۔''

اس دفعہ کو اس دعوے کی بنا پر حدود آرڈیننس سے نکالا گیا کہ زنا بالجبر کی سزا ایک تعزیری مسئلہ ہے، اس لئے اسے حدود آرڈیننس کی بجائے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں ہونا چاہئے جبکہ اوّل تو یہ دعویٰ ہی درست نہیں کیونکہ زنا بالجبر کا ایک فریق اگر معصوم ہے تو دوسرا فریق (جبر کرنے والا) تو بہر حال زنا بالرضا کا ہی مجرم ہے اور اس لحاظ سے اُس کا فعل زنا کے ہی دائرے میں آتا ہے۔ چنانچہ اسے زنا بالجبر قرار دے کر حدود اللہ سے ماورا قرار دینا درست نہیں۔ ثانیاً: جب اسے 'تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء' کے ذریعے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ نمبر ۳۷۵ کے تحت داخل کیا گیا تو اس کے متن میں کئی سنگین ترامیم بھی شامل کر دی گئیں جیسا کہ تحفظِ خواتین بل میں اس جرم پر ترمیم شدہ دفعہ کا انگریزی و اُردو متن ملاحظہ فرمائیں:

Rape: A man is said to commit rape who has sexual intercourse with a woman under circumstances falling under any of the five following descriptions:

ترمیم نمبر۵: ''ریپ: کسی مرد کو Rape (زنا بالجبر) کا مرتکب کہا جائے گا جو کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ حالات میں سے کسی صورت میں مباشرت کرے:

① against her will. ① عورت کی مرضی کے خلاف

② without her consent ② عورت کی رضامندی کے بغیر

③ عورت کی رضامندی سے، جب یہ رضا موت یا زخمی کرنے کا خوف دلا کر حاصل کی جائے۔

④ عورت کی رضامندی سے جب کہ مجرم جانتا ہو کہ اس کا اس سے جائز نکاح نہیں ہے اور زیادتی کا شکار سمجھتا ہو کہ وہ وہی شخص ہے جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح ہے۔

⑤ عورت کی رضامندی سے یا اس کے بغیر، جب کہ وہ سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔''

اب سابقہ اور ترمیم شدہ قانون کا ایک تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کریں کہ سابقہ قانون بہتر تھا یا نیا قانون؟ اور کن مذموم مقاصد کیلئے یہ ترمیم عمل میں آئی ہے:

❶ حدود آرڈیننس میں اس فعل کا مجرم 'ایک شخص' ہے جو مرد بھی ہوسکتا ہے اور عورت بھی۔ گویا بعض حالات میں مرد کو بھی فعل زنا پر مجبور کیا جاسکتا ہے اور عورت زیادتی کرنے والی بھی ہوسکتی ہے گو کہ یہ امر قدرے نادر ہے لیکن ایسا ہونا خارج از امکان نہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں حضرت یوسف ؑ اور زوجہ عزیزِ مصر کا مشہور قصہ بھی موجود ہے۔ جبکہ ترمیم شدہ قانون میں کسی

www.KitaboSunnat.com

مرد (A man) کے خط کشیدہ الفاظ کے ذریعے اس سزا کو محض مردوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ ایسے ہی صورت نمبر ایک اور دو میں سابقہ قانون میں 'زیادتی کے شکار' لکھ کر ہر دو جنس کے لئے عام لفظ لایا گیا تھا، جبکہ نئے قانون میں اسے صرف عورت کے حوالے سے تذکرہ کرکے اس قانون کا فائدہ محض عورت کو دیا گیا ہے۔ گویا 'صنفی امتیاز' کے دعوے سے لائی جانے والی ترمیم اب خود دوسرے صنفی امتیاز کو قانونی بنیاد فراہم کررہی ہے۔ یہ صنفی امتیاز نہ صرف زمینی حقائق کے خلاف ہے بلکہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۵ کی واضح خلاف ورزی پر بھی مبنی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اَب بدکردار عورتیں اگر مردوں کو بدکاری پر مجبور کردیں تو اُنہیں کسی بھی سزا سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے گا۔

❷ دونوں ترامیم کے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ سابقہ قانون کی دوسری سطر میں یہ شرط موجود ہے کہ ''جس کے ساتھ اس کا جائز نکاح نہیں ہے۔'' اب نئے قانون میں یہ شرط حذف کردی گئی ہے۔ ایسے ہی پہلی اور دوسری صورتوں میں ذکر کردہ 'عورت' کا لفظ بھی عام ہے جو بیوی کو بھی شامل ہے۔ اس شرط کے حذف اور بعض الفاظ میں ترمیم کا واضح مقصد یہ ہے کہ اُس شوہر کو بھی زنا بالجبر کا مرتکب قرار دیا جاسکے جو اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر اس سے جنسی مواصلت کا 'مرتکب' ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی اسلام پسند جج اس سے یہ مفہوم اَخذ نہ کرے لیکن قانون بنانیوالوں کے عزائم اس حذف وترمیم سے پوری طرح آشکارا ہو جاتے ہیں وگرنہ 'جائز نکاح کی شرط' کو حذف کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ایسے ہی کوئی جج اگر اس قانون سے کسی شوہر کو زنا بالجبر کی سزا دینا چاہے تو قانون اس کو پوری گنجائش بھی فراہم کرتا ہے۔

یوں بھی یہ دفعہ اگر حدود آرڈیننس میں موجود ہوتی جہاں زنا کی تعریف وغیرہ موجود ہے تو وہاں اسے شریعت کے مخصوص تناظر میں محدود کرلینا ممکن ہوتا، جبکہ اس دفعہ کو مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ نمبر ۳۷۵ کے تحت شامل کیا گیا ہے، جہاں اس کے لئے کوئی خاص پس منظر یا حد بندی موجود نہیں۔ اس اعتبار سے اس ترمیم میں کھلم کھلا اسلامی شریعت سے انحراف کیا گیا ہے، شریعتِ اسلامیہ کا موقف اس بارے میں بڑا واضح ہے، ایک فرمانِ نبویؐ ملاحظہ فرمائیں:

«إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فباتَ غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح» (صحیح بخاری: ۳۲۳۷)

www.KitaboSunnat.com

''جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر اس سے ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے تو فرشتے ایسی بیوی پر صبح ہونے تک لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں۔''

۳ دونوں قوانین کے متن ایک بار پھر ملاحظہ کریں، حد زنا آرڈیننس والے قانون میں زنا بالجبر کی چار صورتیں رکھی گئی ہیں، اس کے بعد دیگر تفصیلات شروع ہوجاتی ہیں جبکہ ترمیم شدہ قانون میں اس کی پانچویں صورت بھی پیش کی گئی ہے جو سابقہ قانون پر ایک اضافہ ہے۔ اس اضافی صورت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ۱۶ برس تک کی ہر لڑکی کا ہر جنسی فعل زنا بالجبر قرار پائے گا یعنی وہ لڑکی اس کی سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ یہاں بھی صنفی امتیاز برتا جارہا ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر۸۳ کی رو سے ۷ تا ۱۲ برس کا لڑکا فوجداری جرائم کی سزا سے مستثنیٰ ہے، جبکہ اس ترمیم کے بعد ۱۴ سال کا لڑکا تو جنسی فعل کی سزا پائے گا لیکن لڑکی اس کی سزا سے مستثنیٰ ہوگی۔ یوں بھی فعل زنا کو دیگر جرائم سے کونسا امتیاز حاصل ہے کہ اس کے لئے سزا کی عمر میں اضافہ کردیا جائے؟ واضح بات ہے کہ اس سے جرم کے فروغ کی راہ ہموار کی جارہی ہے!

اس شق کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے بالغ ہوجانے کے بعد، ۱۶ برس سے قبل اس سے جماع کرتا ہے تو وہ بھی زنا بالجبر کی سزا کا مرتکب ہوگا۔ دوسری طرف یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ لڑکیاں ۱۶ برس سے پہلے ہی بالغ ہوجاتی ہیں، اور اسلام کی رو سے بلوغت کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ جرم پر گرفت سے محفوظ نہیں بلکہ شادی کے بعد ان سے جماع بھی کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب نکاح کیا تو اُمّ المومنین کی عمر ۹ برس تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے:

عن عائشة ...... فأسلمني إليه وأنا يومئذ بنت تسع سنين (حدیث نمبر۳۸۹۴)

''عورتوں نے بناؤ سنگھار کرکے مجھے نبی ﷺ کے پاس رخصت کردیا اور میں ۹ برس کی تھی۔''

☜ ان مذکورہ بالا تین ترامیم سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ

◉ زنا بالجبر کا سابقہ قانون زیادہ بہتر تھا یا 'تحفظِ خواتین بل' کے بعد نیا قانون؟

◉ ہر شخص یہ بھی جان سکتا ہے کہ کیا یہ تینوں اقدامات اسلام کے مطابق ہیں یا خلاف؟

◉ کیا صرف معاملہ اتنا ہی ہے کہ حدود آرڈیننس سے قانون کو نکال کر تعزیرات پاکستان میں ڈالا گیا ہے یا اس کے دیگر مقاصد بھی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

زنا بالجبر کی سزا

زنا بالجبر کے حوالے سے حدود آرڈیننس کے جس نکتہ کو سب سے اعتراض کا نشانہ بنایا گیا وہ یہ تھا کہ کوئی عورت اگر چار گواہ پیش نہ کر سکے تو خود اس زیادتی کی شکار عورت کو سزا کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ جبکہ اس اعتراض کی حیثیت یکطرفہ پروپیگنڈے سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوّل تو حد زنا آرڈیننس میں زنا کی جو تعریف کی گئی ہے، اس کی رو سے زنا بالجبر کی شکار عورت زنا کی تعریف اور جرم سے ہی خارج ہے، حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۴ میں زنا کی تعریف ملاحظہ ہو:

> ''زنا: ایک مرد اور ایک عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں، زنا کے مرتکب ہوں گے، اگر وہ بلا جبر واکراہ ایک دوسرے کے ساتھ مباشرت کرتے ہیں۔''

اس تعریف کے خط کشیدہ الفاظ سے ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ جو مرد یا عورت جبراً زنا کا شکار ہوئے ہیں، ان کے فعل کو قانوناً 'زنا' قرار نہیں دیا جاسکتا کجا یہ کہ اُنہیں زنا کی سزا دی جائے۔

ثانیاً: حد زنا آرڈیننس میں زنا بالجبر کی دفعہ اُسی وقت لاگو ہوتی تھی جب چار گواہ یا اعتراف موجود نہ ہو، جیسا کہ اُس قانون کی دفعہ نمبر۱۰ کی پہلی شق میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

> ''ثبوت کی وہ [شرعی] صورتیں جو دفعہ نمبر ۸ میں دی گئی ہیں، موجود نہ ہوں ......''

تب زنا بالجبر کی سزا جاری کی جائے گی۔ گویا زنا بالجبر میں محض اکیلی گواہی یا واقعاتی شہادتیں بھی کافی تھیں، جیسا کہ بعد ازاں کراچی ہائیکورٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے کئی ایک فیصلوں میں اس نکتہ کو مزید نکھار کر بیان بھی کر دیا گیا۔ تفصیل کے لئے 'محدث' کا شمارہ اگست دیکھیں۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حد زنا آرڈیننس کی ۲۷ سالہ تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا موجود نہیں جس میں زنا بالجبر کی چار گواہیاں پوری نہ کرنے کی بنا پر عورت کو خود سزا سے دوچار ہونا پڑا ہو جیسا کہ جسٹس مولانا تقی عثمانی اپنی تقاریر اور کتب ومقالات میں کئی بار اس کا اظہار کر چکے ہیں۔

یہ تو تھا حد زنا آرڈیننس کا قانون، اب ملاحظہ کریں نیا قانون ...... کہ آیا اس کی سزا میں عورت کو رعایت دی گئی ہے یا پہلے سے بھی زیادہ مشکل میں ڈال دیا گیا ہے؟

سابقہ قانون کی رو سے پولیس زنا بالجبر کے وقوعہ کو رپورٹ کرتی اور اس کے متعلق تفتیشی مراحل انجام دیتی۔ اب نئے قانون کی رو سے زنا بالجبر کی شکار عورت کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ سیشن کورٹ میں دو گواہوں کو لے کر جائے، اور وہاں ان کی گواہی کی بنا پر مجرمان

کو سزا دلوائے۔ پاکستانی معاشرے کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے زنا بالجبر کی شکار عورت کے لئے حصولِ انصاف کا یہ ڈھنگ بالکل نرالا بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ اوّل تو ایسی زیادتی کی شکار عورت اپنی دادرسی کے لئے عدالتوں کے دھکے نہیں کھاسکتی، اس کے لئے تو وقوعہ کے بعد صبح ہونے کا انتظار کرنا اور ۱۰۰ میل دور سیشن عدالت میں دفتری اوقات میں پہنچنا ہی کم سوہانِ روح نہیں، اور جب سیشن کورٹ اس کی درخواست کو قبول کرلے تو ایک دن گزر جانے کے بعد کئی واقعاتی شواہد بھی میسر نہیں رہتے۔ پھر جو مجرم زنا بالجبر کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کے لئے راستے میں ایسے دو گواہوں کو ڈرانا دھمکانا یا انہیں گواہی سے ہی منحرف کردینا قطعاً مشکل نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ قانون میں زنا بالجبر کی صورت میں عورتوں کے تحفظ کی بجائے اُنہیں مزید مشکلات میں ڈال دیا گیا ہے۔

آخری بات: پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ حدود قوانین میں ترامیم کے بل کو تحفظ حقوقِ نسواں بل کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ بل دراصل زنا کو فروغ دینے اور بدکاری کو عام کرنے کا بل ہے۔ اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ زنا کا فعل اکیلا شخص نہیں کرتا، بلکہ فریقین اس میں ملوث ہوتے ہیں، اس اعتبار سے یہ نہ صرف زانیہ بلکہ زانی ہر دو کے تحفظ کا بل قرار پاتا ہے۔ پھر اسے صرف 'تحفظ حقوقِ نسواں بل' کیوں قرار دیا جاسکتا ہے؟

البتہ اگر صنفی حقائق پر نظر رکھی جائے اور زنا کے بعد کے اثرات کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے تو یہ خالصتاً بربادیٔ نسواں کا بل قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ زنا میں زیادہ نقصان مردوں کی بجائے صنفِ نازک کے حصے میں آتا ہے۔ اگر لڑکی کنواری ہو تو اس صورت میں عورت کے لئے اس نقصان کی تلافی ممکن ہی نہیں اور حاملہ ہونے کی صورت میں بھی زنا کے تمام تر نتائج عورت کو ہی بھگتنے پڑتے ہیں۔ مرد کئی بار بھی زنا کا ارتکاب کرے تو اس پر اس کا کوئی اثر ونتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر عورت کے ساتھ شوہر موجود نہ ہو تو بچے کے حمل اور پرورش کی ذمہ داری اکیلی ماں کو برداشت کرنا پڑتی ہے، مامتا کے فطری جذبے کے تحت بہت سی مائیں اپنے بچوں کو نظر انداز کرنے پر بھی قادر نہیں ہوتیں۔ اس اعتبار سے فعل زنا کی ترویج کا آخر کار نقصان طبقہ نسواں کو زیادہ ہے۔ اگر اس بل کو معاشرے کے مجموعی تناظر میں لیا جائے تو یہ اسے خواتین کی بے حرمتی کا بل قرار دیا جاسکتا ہے!

www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ المشاہیر

حافظ صلاح الدین یوسف

آہ! مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات ◉ تا زِ بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

علم ہوا ہے کہ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری: مصنف 'الرحیق المختوم' اپنے آبائی قصبے حسین پور (مبارک پور، اعظم گڑھ، بھارت) میں یکم دسمبر ۲۰۰۶ء بروز جمعۃ المبارک دنیاے فانی سے رہ گراے عالم بقا ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مبارک پور بھارت کا ایک نہایت مردم خیز خطہ ہے جہاں بڑی بڑی منتخباتِ روزگار قسم کی شخصیات پیدا ہوئیں، مثلاً مولانا عبدالسلام مبارک پوری مصنف سیرۃ البخاری، مولانا عبدالصمد مبارک پوری، مولانا محمد امین اثری مبارک پوری، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مصنف 'تحفۃ الاحوذی' و 'تحقیق الکلام' وغیرہ، مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری مصنف 'مرعاۃ المفاتیح' وغیرہ اور قاضی اطہر مبارک پوری وغیرہم رحمہم اللہ

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ بھی اسی مردم خیز علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور اُسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے جس کا تذکرہ اوپر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی بڑی عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ بہ یک وقت ایک قابل مدرّس، ماہرِ علم فرائض، کامیاب مناظر، شارحِ حدیث، سیرت نگار، محقق اور عربی/اُردو دونوں زبانوں کے اعلیٰ پایے کے قلم کار، نثر نگار اور انشا پرداز تھے جس پر ان کی مشہور زمانہ تالیف 'الرحیق المختوم' شاہدِ عادل ہے جس پر ان کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام سیرت نگاری کے عالمی مقابلے میں اوّل انعام ملا۔ یہ کتاب اُنہوں نے اصلاً عربی میں لکھی اور اس وقت لکھی جب وہ جامعہ سلفیہ بنارس (بھارت) میں اُستاذ تھے۔ اس وقت تک اُنہوں نے عرب کی کسی یونیورسٹی کا منہ دیکھا تھا، نہ سعودی عرب میں ان کی آمد ورفت کا کوئی سلسلہ ہی تھا۔ اُنہوں نے بھارت کے دینی مدارس

www.KitaboSunnat.com

ہی میں ساری تعلیم حاصل کی اور وہیں سلسلۂ تدریس سے وابستہ رہے۔ ایسے ماحول میں رہ کرعربی انشا پردازی میں اتنی استعداد بہم پہنچا لینا کہ عرب بھی اس پر انعام دینے پر مجبور ہوجائیں، بلا شبہ ان کی غیر معمولی ذہانت وفطانت اوراعلیٰ قابلیت کی ایک واضح دلیل ہے۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم!

پھر 'الرحیق المختوم' کو اُردو کے حسین قالب میں بھی اُنہوں نے خود ہی ڈھالا جس سے ان کے اُردو اسلوب میں بھی پختگی کا ثبوت ملتا ہے۔ 'الرحیق المختوم' جب عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی تو نہ صرف ان کی شہرت بامِ عروج پر پہنچ گئی بلکہ دنیوی ترقی کے راستے بھی ان پر وَا ہوگئے۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد ان کو الجامعة الإسلامية مدینہ منورہ کے ایک ذیلی شعبے - مركز السيرة النبوية - میں بطورِ محقق ذمہ داری سونپ دی گئی جس میں ان کے ذمے سیرتِ نبویہؐ سے متعلقہ تاریخی وحدیثی مواد کی تحقیق وتنقیح کا کام تھا۔

۱۹۹۳ء میں راقم کی ان سے مکتبہ دارالسلام، الریاض (سعودی عرب) میں ملاقات ہوئی۔ جب راقم وہاں تفسیر 'احسن البیان' کی تالیف میں مصروف تھا، تو ان سے ان کے مذکورہ کام کی بابت پوچھا کہ وہ کس قسم کا کام ہے اور وہاں کام کی نوعیت کے اعتبار سے وہ مطمئن ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ ادارہ صرف علما کو نوازنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ یوں گویا اُنہوں نے کام کی نوعیت کے اعتبار سے عدمِ اطمینان فرمایا۔ اس پر راقم نے ان سے عرض کیا کہ جب معاملہ ایسا ہے تو آپ جیسے باصلاحیت اَفراد کو ٹھوس علمی وتحقیقی کام کرنا چاہئے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ نے ان کو علم وتحقیق کی جو گہرائی وگیرائی اور اِنشاء وتحریر کا جو سلیقہ عطا فرمایا تھا، وہ علماے اہل حدیث میں بہت کم پایا جاتا ہے، اس اعتبار سے وہ بلا شبہ یکتاے زمانہ اور اپنے اَقران واماثل میں نہایت ممتاز تھے۔

لیکن غالباً مولانا کثیر العیالی کی وجہ سے اس ادارے سے ہی وابستہ رہے۔ تاہم اس دوران میں دارالسلام سے بھی ایک گونہ تعلق اُنہوں نے قائم رکھا، اور دارالسلام کے بعض علمی و وقیع کاموں کی نگرانی ونظرثانی فرماتے رہے۔ راقم کی تفسیر 'احسن البیان' پر بھی انہی ایام میں اُنہوں نے نظرثانی فرما کر اپنی توثیق کی مہر اس پر ثبت فرمائی تھی۔ راقم اپنی یہ مختصر تفسیر ...... جو نہایت عجلت اور مختصر وقت میں تحریر کی گئی تھی...... اپنے الریاض کے چار مہینے پر محیط قیام کے

www.KitaboSunnat.com

دوران سورۂ ہود تک لکھ پایا تھا اور بقیہ کام لاہور آکر اپنے گھر میں پورا کیا۔ یہ حصہ ان کی نظر سے گزر چکا تھا۔ راقم نے آنے سے قبل ان سے مشورۃً پوچھا کہ تفسیر کے اُسلوب کے بارے میں کچھ وضاحت فرمادیں تاکہ اس کی روشنی میں اس کو مزید بہتر بنایا جاسکے تو اُنہوں نے فرمایا کہ جس اختصار اور قلیل مدت میں آپ یہ کام کررہے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے یہ بہت بہتر ہے، اس کی بابت مزید مشوروں کی ضرورت نہیں ہے۔

مذکورہ ادارے سے فراغت کے بعد پھر وہ دارالسلام، الریاض سے وابستہ ہوگئے اور دارالسلام کی خواہش پر اُنہوں نے عربی میں صحیح مسلم کی شرح لکھی جو "منة المُنعم" کے نام سے چار جلدوں میں دارالسلام ہی کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ 'الرحیق المختوم' کی تالیف سے پہلے بلوغ المرام کی عربی زبان میں شرح بھیلکھ چکے تھے جو اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام کے نام سے بھارت سے ہی شائع ہوئی، پھر دارالسلام نے اسے شائع کیا۔ علاوہ ازیں دارالسلام ہی کے زیر اہتمام اس شرح کا اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا۔

دارالسلام نے 'الرحیق المختوم' کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا بلکہ مولانا مرحوم نے 'الرحیق المختوم' (عربی) کا ایک اختصار بھی عربی میں روضة الأنوار في سيرة النبي المختار کے نام سے کیا تھا۔ دارالسلام نے یہ عربی نسخہ بھی شائع کیا اور خود مولانا مرحوم ہی نے 'الرحیق المختوم' کی طرح اس کا اُردو ترجمہ بھی 'تجلیاتِ نبوت' کے نام سے کیا، دارالسلام نے اسے بھی نہایت دیدہ زیب انداز سے شائع کیا ہے۔ ان کے علاوہ دارالسلام کی بہت سی کتابوں پر اُنہوں نے نظر ثانی کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان تمام خدمات کو قبول فرمائے اور اس کی بہترین جزا اُنہیں اپنے پاس سے عطا فرمائے جہاں اب وہ پہنچ چکے ہیں۔

چند سال قبل ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے ان کی صحت خاصی متاثر ہوئی اور آپ تصنیف وتالیف کا کام کرنے کے قابل نہ رہے اور بظاہر ان کی صحت یابی کی اُمید بھی نظر نہیں آتی تھی۔ لیکن اللہ نے اپنا فضل فرمایا اور وہ قدرے صحت یاب ہوکر تھوڑا بہت کام کرنے لگے تھے، تاہم بیماری سے طبیعت میں جو نقاہت اور نڈھال پن پیدا ہوگیا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے محسوس یہی ہوتا تھا ع دل کا جانا ٹھہر گیا ہے، صبح گیا یا شام گیا!!

بالآخر وہ وقت آ ہی گیا کہ علم وعمل کا یہ آفتاب سارے عالم میں اپنی تابانیاں بکھیرنے کے بعد بھارت کی سرزمین میں غروب ہوگیا۔ غفر الله له ورحمه

واقعہ یہ ہے کہ ان کی وفات سے تدریس وافتا کی ایک عظیم مسند خالی ہوگئی ہے، علم وتحقیق کا ایک باب بند ہوگیا ہے، اَسلاف کی علمی واخلاقی روایات کا حامل ایک حسین پیکر ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے اوجھل ہوگیا ہے، حلم وتدبر کا ایک عظیم مرقع پیوندِ خاک ہوگیا اور پاک وہند کی جماعت اِہل حدیث اپنے گوہر شب چراغ سے محروم ہوگئی۔ بقول میرؔ وہ ایسے عظیم انسان تھے جس کی بابت اس نے کہا تھا:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

یقیناً وہ اپنے علمی کارناموں کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیں گے:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مولانا مرحوم کی چند دیگر تصانیف

① شرح أزھار العرب (عربی): أزھار العرب علامہ محمد سورتی کا جمع کردہ نفیس عربی اشعار پر مشتمل ایک منتخب اور ممتاز مجموعہ ہے۔ یہ شرح ۱۹۶۳ء میں لکھی گئی مگر قدرے ناقص رہی اور طبع نہیں کرائی جاسکی۔

② المصابیح في مسئلة التراویح للسیوطی کا اُردو ترجمہ ۱۹۶۳ء

③ ترجمہ الکلم الطیب لابن تیمیة ۱۹۶۶ء

④ ترجمہ کتاب الأربعین للنووي ۱۹۶۹ء مع مختصر تعلیق

⑤ صحفِ یہود ونصاریٰ میں محمد ﷺ کے متعلق بشارتیں (اُردو) ۱۹۷۰ء

⑥ تذکرہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ۱۹۷۲ء۔ یہ اصلاً محکمہ شرعیہ قطر کے قاضی شیخ احمد بن حجر کی عربی تالیف کا ترجمہ ہے لیکن اس میں کسی قدر ترمیم واضافہ کیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

⑦ تاریخ آلِ سعود (اُردو) ۱۹۷۲ء۔ یہ کتاب تذکرہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے پہلے ایڈیشن کے ساتھ شائع ہوچکی ہے۔

⑧ اتحاف الكرام حاشیہ بلوغ المرام لابن حجر عسقلانیؒ (عربی) ۱۹۷۴ء

⑨ قادیانیت اپنے آئینہ میں (اُردو) ۱۹۷۶ء

⑩ فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (اُردو) ۱۹۷۶ء

⑪ 'الرحیق المختوم' عربی اور اسی نام سے اُردو ترجمہ

⑫ انکارِ حدیث کیوں؟ (اُردو) ۱۹۷۶ء

⑬ انکارِ حدیث حق یا باطل؟ (اُردو) ۱۹۷۷ء

⑭ رزمِ حق و باطل (مناظرہ بجرڈیہہ) کی رُوداد، ۱۹۷۸ء

⑮ إبراز الحق والصواب في مسئلة السفور والحجاب (عربی) ۱۹۷۸ء

اس کتاب میں ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی حفظہ اللہ کی رائے پر علمی محاکمہ کیا گیا ہے۔

⑯ تطور الشعوب والديانات في الهند ومجال الدعوة الإسلامية فيها (عربی)

⑰ الفرقة الناجية والفرق الإسلامية الأخرىٰ (عربی ۱۹۸۲ء)

⑱ اسلام اور عدمِ تشدد ۱۹۸۴ء

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ ۲۱ برس قبل (۲۹ نومبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء) پاکستان میں تشریف لائے تھے۔ حافظ صلاح الدین یوسف ان دنوں ہفت روزہ 'الاعتصام' کے مدیر تھے۔ اس موقعہ پر دار الدعوۃ السّلفیہ میں مولانا مبارکپوریؒ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا گیا جس میں دور دراز سے علماے کرام نے شرکت فرمائی۔ مولانا نے 'ہندوستان میں جماعتِ اہل حدیث کا ماضی، حال اور مستقبل' کے عنوان سے جامع خطاب فرمایا اور حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، بعد میں یہ خطبہ، مولانا علیم ناصری کے قلم سے دورہ کی مختصر روداد کے ہمراہ 'الاعتصام' کے ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ مزید برآں مولانا مرحوم کے سوانح حیات ان کی کتاب 'الرحیق المختوم' کے آغاز میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (ح م)

www.KitaboSunnat.com

موضوعاتی اشاریہ

محمد شفیق کوکب

ماہنامہ 'محدث' کا ایک سالہ اشاریہ

جنوری تا دسمبر ۲۰۰۶ء ⦿ جلد ۳۸ ⦿ شمارہ ۲۹۶ تا ۳۰۵

حدیث وسنت

اسرائیل فاروقی	حدیث وسنت کی اہمیت وحجیت	جنوری	۸-۱۹
کامران طاہر	'روایت مسلسل بالمصافحہ' کا تحقیقی جائزہ	مارچ	۵۸-۷۸
عبدالرحمٰن سدیس	سنت کی اہمیت اور جشن میلاد [مترجم: انس مدنی]	اپریل	۱۱-۲۲
ارشادالحق اثری	مصنفِ عبدالرزاق کے جزء مفقود کا ناقدانہ جائزہ	مئی	۲۹-۵۴
محمد اسلم صدیق	حدیثِ لولاك کا تحقیقی جائزہ	جولائی	۱۶-۲۹
محمد شفیق مدنی	جامع ترمذی کا ایک تعارف	جولائی	۶۰-۷۰
عبدالرشید اظہر	منصبِ رسالت ﷺ اور حفاظتِ حدیث	نومبر	۲۷-۴۰

مسئلہ اہانتِ رسول

حسن مدنی، حافظ	توہین آمیز خاکے، اسلام اور عصری قانون	مارچ	۲-۲۲
راشد الخالد، شیخ	رحمۃ للعالمین پر توہین آمیز ظلم!!....... [مترجم: اسلم صدیق]	مارچ	۱۲۳-۳۶
محمد علی جانباز	توہین رسالتؐ اور احادیث نبویہ ﷺ	مارچ	۳۷-۵۷
عبدالجبار سلفی	توہین آمیز خاکوں پر مشترکہ اعلامیہ	اپریل	۵۵-۵۸
محمد رفیق چودھری	رجم کی حد......سنتِ نبویہ کی روشنی میں!	دسمبر	۲۴-۳۴

پرویزیت

محمد دین قاسمی	غلام احمد پرویز کی قرآنی خدمات ②	جنوری	۲۶-۴۲
محمد دین قاسمی	علمائے کرام سے پرویز کا معاندانہ رویہ	مارچ	۹۴۵-۱۲۲
محمد دین قاسمی	'مفکر قرآن' بمقابلہ 'مصور قرآن'	اپریل	۳۳-۴۷
محمد دین قاسمی	'طلوعِ اسلام' کی خدمت عالیہ میں	مئی	۶۱-۶۷
محمد دین قاسمی	'پرویز' اپنے الفاظ کے آئینے میں	جولائی	۳۶-۵۹

www.KitaboSunnat.com

غامدیت

نوائے وقت' روزنامہ	علامہ جاوید الغامدی کی روشنی طبع	جون	۱۹-۲۰
محمد رفیق چودھری	جاوید احمد غامدی کی عربی دانی اور قرآن فہمی	جون	۲۱-۲۹
محمد رفیق چودھری	کیا سورۃ النصر مکی ہے؟	جولائی	۴۲-۷۷
محمد رفیق چودھری	سورۃ الفیل کی غلط تاویل [بسلسلہ غامدیت]	اگست	۳۹-۵۴
محمد رفیق چودھری	کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا؟	ستمبر	۲۷-۳۲
محمد رفیق چودھری	عربی دانی کا ایک اور نادر نمونہ	نومبر	۵۳-۶۳

شعر و اَدب

محمد رفیق چودھری	غزل	جون	۳۰-۳۰
محمد رفیق چودھری	غزل	جولائی	۷۱-۷۱
محمد رفیق چودھری	غامدی نامہ	جولائی	۷۸-۷۹
محمد رفیق چودھری	تضمین بر شعر اقبال	اگست	۵۴-۵۴
محمد رفیق چودھری	نعتِ رسول مقبول ﷺ	ستمبر	۲۶-۲۶
محمد رفیق چودھری	صاحبِ 'اشراق' کے اَسرار و رموز	نومبر	۶۴-۶۵

ایمان وعقائد

ادارۂ محدث	سجدۂ تعظیمی کی شرعی حیثیت	مئی	۶۸-۷۰
عبدالرؤف عبدالحنان	قیامت کے دن کس نام سے بلایا جائے گا؟	مئی	۱۹-۲۸

اسلام اور دیگر مذاہب / مغرب

حسن مدنی، حافظ	'امریکہ کی مذہبی صورتحال' پر دورۂ امریکہ کی روداد	مئی	۲-۱۸
نور محمد غفاری	اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی کفالت	ستمبر	۷۸-۸۰
صالح العاید	بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے حقوق ① [مترجم: اسلم صدیق]	ستمبر	۵۱-۷۷
صالح العاید	بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے حقوق ② [مترجم: اسلم صدیق]	نومبر	۶۶-۸۵
عطاء اللہ صدیقی	قائداعظم اور تھیوکریسی	ستمبر	۳۳-۵۰
سعد شثری، ڈاکٹر	پوپ بینی ڈکٹ کے اسلام پر اعتراضات [مترجم: اسلم صدیق]	نومبر	۲-۱۹
حسن مدنی، حافظ	اسلام میں غیر مسلموں سے حسن سلوک [بین المذاہبی مکالمہ]	نومبر	۲۰-۲۶
محمد اسلم صدیق	'پاکستان میں مغرب کی ثقافتی یلغار' پر مذاکرہ کی روداد	نومبر	۸۶-۹۶

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد

اختر حسین عزمی	قربانی کا حکم اور حکمت	جنوری	۵۶-۶۴
داؤد غزنویؒ، سید	عیدالاضحیٰ، عشرہ ذی الحجہ اور مبارک اوقات	جنوری	۲-۷
عبداللہ دامانوی	ایامِ تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیرات	جنوری	۴۳-۴۷
فہد سلیمان العودۃ	اجتہاد کا حق دار کون ② [مترجم: محمد اسلم صدیق]	جنوری	۴۷-۵۵
سعید مجتبیٰ سعیدی	سیاہ لباس پہننے کا جواز	مارچ	۷۹-۸۲
عبدالجبار سلفی	رسول ﷺ کے اہل بیت کے حقوق	مارچ	۱۳۰-۱۳۵
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	باہمی معاملات میں نرمی اور آسانی [ترتیب: محمد اسلم صدیق]	اپریل	۲-۱۰
محمد رمضان سلفی	تین طلاقوں کا مسئلہ، قرآن وسنت کی روشنی میں	نومبر	۴۱-۵۲
محمد رمضان سلفی	تین طلاقوں کو تین قرار دینے والوں کے دلائل کی حقیقت	دسمبر	۴۰-۶۱

قانون وقضا [حدود قوانین]

حسن مدنی، حافظ	حدود آرڈیننس کا میڈیا ٹرائل اور مغالطے	جون	۲-۱۴
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	حدود آرڈیننس کو حدود اللہ کیسے بنایا جائے؟ [انٹرویو: روزنامہ انصاف]	جون	۳۱-۴۴
ویمن ایڈ ٹرسٹ	حدود آرڈیننس پر اعتراضات کا جائزہ	جون	۴۵-۷۳
حسن مدنی، حافظ	حدود قوانین میں مجوزہ سفارشات پر ایک نظر	جون	۷۴-۸۰
حسن مدنی، حافظ	حدود قوانین میں مجوزہ حکومتی ترامیم کا جائزہ	اگست	۲-۳۸
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	حدود آرڈیننس کو حدود اللہ کیسے بنایا جائے؟ [انٹرویو: روزنامہ جنگ]	اگست	۵۹-۷۴
حسن مدنی، حافظ	تحفظِ خواتین بل ۲۰۰۶ء، ایک جائزہ	ستمبر	۲-۱۲
حسن مدنی، حافظ	حدود قوانین اور ادارہ 'محدث'	ستمبر	۱۳-۱۴
حسن مدنی، حافظ	تحفظِ خواتین بل میں علما کمیٹی کی ترامیم	ستمبر	۱۵-۱۵
آصف احسان	حدود قوانین میں حکومتی ترامیم کے مضمرات	ستمبر	۱۶-۲۰
زاہد حنیف، محمد	حدود اللہ میں ترمیم کے خلاف دینی مجلّات کی مہم	نومبر	۱۸-۸۱
حسن مدنی، حافظ	تحفظ حقوق نسواں بل کے اسلام سے متصادم پہلو	دسمبر	۲-۲۳
حسن مدنی، حافظ	زنا بالجبر اور 'تحفظ حقوقِ نسواں بل'	دسمبر	۶۲-۷۰

تحقیق وتنقید

محمد اسلم صدیق	انجیل کی زبان......ایک ناقدانہ جائزہ	مارچ	۱۲۳-۱۲۹

www.KitaboSunnat.com

عطاء اللہ صدیقی	بسنت ہندوانہ تہوار ہی ہے!	اپریل	۵۴-۴۸

تعلیم و تعلّم

حسن مدنی، حافظ	بچپن میں اسلامیات کی تعلیم	جولائی	۱۵-۲
باسم ادریس	سائنسی علوم کے بانی مسلمان علما	اپریل	٦٦-٦٩

تذکرۃ المشاہیر

محمد خالد سیف	مولانا غلام اللہ امرتسری لاہوری	مارچ	۱۴۳-۱۳٦
ثناء اللہ مدنی، حافظ	شاگردِ رشید (مولانا عبدالرشید راشدؒ) کی چند یادیں	اپریل	۷۱-٦۷
محمد شفیق مدنی	امام ترمذیؒ اور ان کی 'الجامع'	مئی	۸۰-۷۱
صلاح الدین یوسف	آہ! مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	دسمبر	۷۵-۷۱

رپوتاژ / سیمینارز

عبدالصمد رفیق	رابطہ کونسل، فضلاء جامعہ لاہور الاسلامیہ کا اجلاس	اپریل	۸۰-۷۲
صہیب احمد، قاری	فضلاء جامعہ کا تیسرا اجلاس	اگست	۸۰-۷۵
شفیق کوکب، محمد	ماہنامہ محدث کا اشاریہ برائے سال ۲۰۰٦ء	دسمبر	۸۰-۷٦

فتاویٰ از شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی

جنوری ایک صحابیؓ کے بارے روایت کی حقیقت، تیسری طلاق کا مسئلہ، عقیدۂ عذابِ قبر کے منکر کو کافر کہنا، چند احادیث کی تحقیق، شرکیہ عبارات والے مصنّفین کا فر کہنا، قومی مال کا تصرف اور استعمال، مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنا کر تعلیم قرآن وحدیث دینا

مارچ سونے کا نصابِ زکوٰۃ، وراثت کا مسئلہ، ولی کی رضا مندی کے بغیر نکاح جائز نہیں، آٹھ تراویح کے بعد نفل پڑھنا، عید الفطر پر رؤیتِ ہلال کا مسئلہ اور حکومتی اعلان کی حیثیت؟ برزخ، روح اور جسم کے بارے میں چند سوالات، حضرت علیؓ کی کتابتِ قرآن والی روایت کی حقیقت، مسائل قربانی

اپریل برتن میں پھونک مارنا جائز ہے؟ جادو کی قوت، چند مسائل طلاق، زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، سجدۂ تعظیمی اور سجدہ عبادت میں فرق، کونسے تعویذ شرک ہیں؟

مئی غصہ میں دی گئی طلاق، غیر مسلم مزنیہ سے نکاح ہوسکتا ہے؟ موسم کی خرابی کی بنا پر نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟ نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھنا جائز ہے؟ نمازِ عید سے پہلے کی ہوئی 'قربانی' قربانی نہیں؟ بہشتی دروازہ کی شرعی حیثیت، حرمتِ مصاہرت کا مسئلہ

جون شرعی ثالثی کے ایک جزوی فیصلہ کی حقیقت، اُمتِ محمدیہؐ میں شرک پر نبوی پیشین گوئی، قبر میں پکی اینٹ

www.KitaboSunnat.com

کا استعمال جائز نہیں؟ کاغذ پر تین طلاق؟ کیا نبی کریم ﷺ لکھنا نہیں جانتے؟ نبی کریم ﷺ کی طرف سے حج وعمرہ بدل کرنا جائز نہیں؟

جولائی مسواک کے بارے چند سوالات، دانتوں کی صفائی اور مصنوعی دانتوں کے متعلق چند مسائل، زیب و زینت کے حرام طریقے، معراج کے موقعہ نبی کریم ﷺ کو کون سا قلم چلتا سنائی دیا؟ نماز کے متعلق سوالات، آسمان وزمین کی تخلیق کے متعلق، نمازِ تحیۃ المسجد، نماز کے متعلق چند مسائل

اگست جادو کے ذریعے مسلمان کی شکل تبدیل کرنا، چند ایسی صحیح احادیث کی تحقیق جو بظاہر قرآن سے ٹکراتی ہیں، صبح کی سنتیں

ستمبر امامت کے مسائل، روزہ کے متعلق چند مسائل، سجدہ سہو کے متعلق چند سوالات، کیا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

دسمبر حیض کے خاتمے پر، غسل سے قبل مباشرت کرنا؟ حیض ختم ہوجانے کے باوجود غسل کرنے تک عدت برقرار رہتی ہے؟ قروء سے مراد حیض ہے یا طہر؟ عدت کے خاتمے کے لئے حیض کا کس قدر خون آنا ضروری ہے؟ حیض یا طہر کے آغاز میں طلاق پر عدت؟ حیض کی بے قاعدگی کی صورت میں عدت کا شمار؟ تین طلاقوں کے بعد رجوع؟ شدید ڈپریشن و بیماری میں دی جانے والی طلاق؟

محدث کے سالانہ خریداروں سے گزارش

سال ۲۰۰۵ء/۲۰۰۶ء میں مدتِ خریداری ختم ہونے پر محدث کے خریداروں کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی گئی لیکن بعض خریداران نے ابھی تک تجدید نہیں کروائی۔ ایسے خریدار جنہوں نے دسمبر ۲۰۰۵ء کے بعد زرِتعاون جمع نہیں کرایا، ان سے گزارش ہے کہ وہ جنوری ۲۰۰۷ء تک زرِسالانہ بھیج کر تجدید کروائیں بصورتِ دیگراُن کے نام محدث کی ترسیل بند کردی جائے گی۔ مزید برآں جن خریداران کو دسمبر ۲۰۰۶ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کے پوسٹ کارڈ بھیجے گئے ہیں، وہ بھی پہلی فرصت میں ادائیگی فرمادیں۔ اگر خدانخواستہ آئندہ محدث کی خریداری جاری نہیں رکھنا چاہتے تو تب بھی بذریعہ خط یا فون فوری مطلع فرمائیں۔ شکریہ!

حالیہ اور سابقہ سالوں کی محدث کی مکمل جلدیں دستیاب ہیں، شائقین فوری رابطہ کریں!

افسوسناک اطلاع: یہ شمارہ پریس میں جارہا تھا کہ کراچی میں مولانا عبدالخالق رحمانی خلف الرشید مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کی رحلت کی افسوسناک خبر موصول ہوئی، اس سلسلے میں آئندہ شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol. 38 NO.12

Monthly **MUHADDIS** Lahore

☏ 5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور افکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700